MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ

لاھور

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

جلد نمبر 21

شمارہ نمبر 09

جنوری 2021ء، جمادی الاول/ جمادی الثانی 1442ھ

WWW.MIRRAT.COM

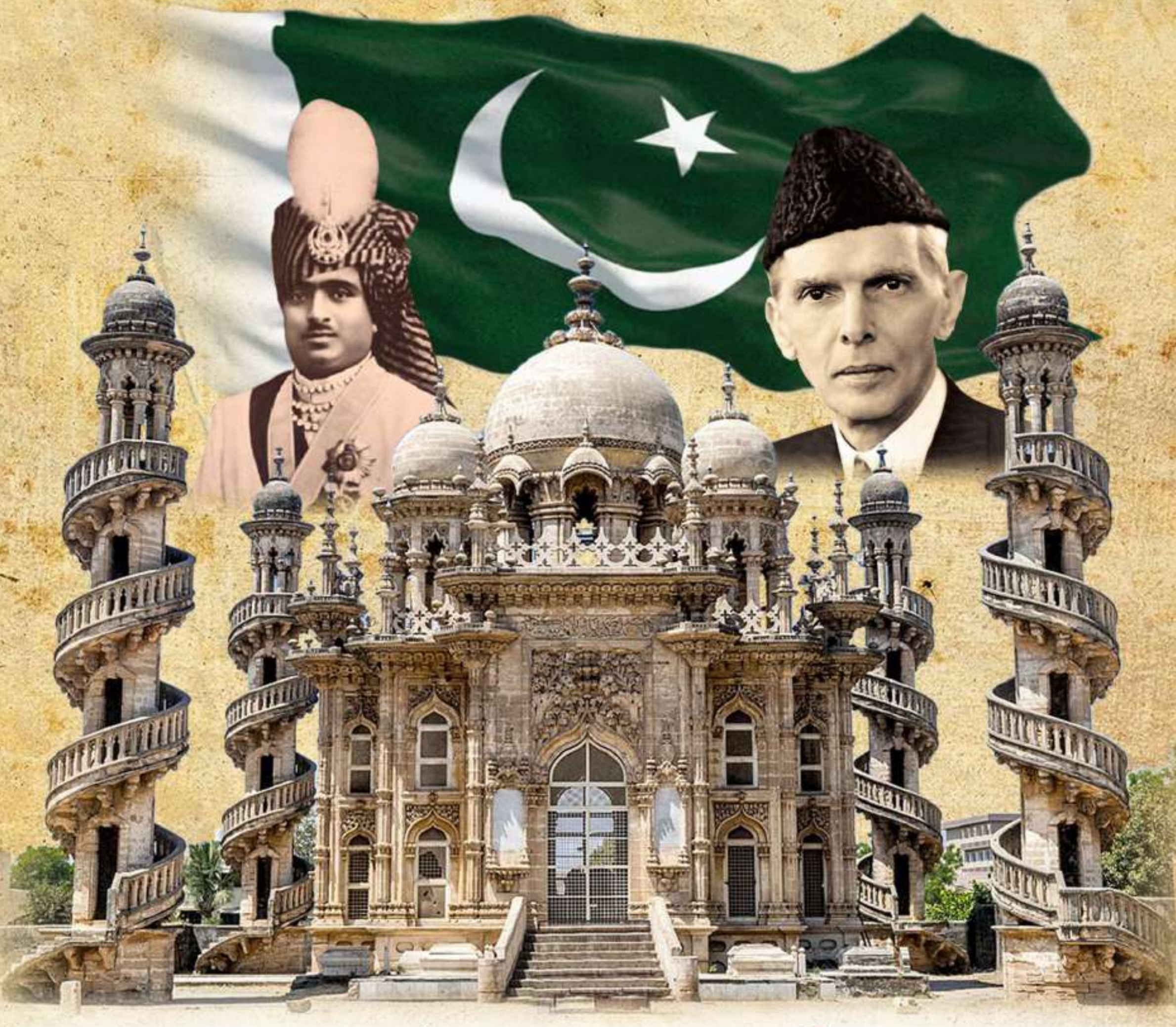

جوناگڑھ بنے گا پاکستان

ایک مہذب شہری ہونے کے ناطے

کورونا وائرس سے نہ صرف خود کو بچانا ہے

بلکہ

اپنے ارد گرد کے لوگوں کو بچانے کے لئے بھی اقدامات کرنا ہماری ذمہ داری ہے

سینیٹائزر کا استعمال کریں

چھینکتے ہوئے کہنی کا استعمال کریں

فیس ماسک استعمال کریں

ہاتھوں پر دستانے پہنیں

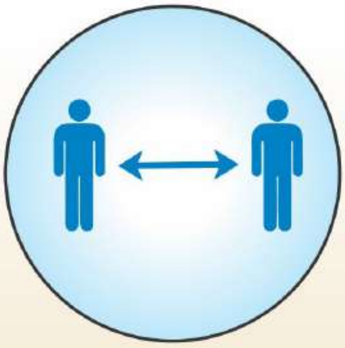

فاصلہ رکھیں

ہاتھوں سے چہرے کو نہ چھوئیں

ہاتھ نہ ملائیں

ہجوم سے اجتناب کریں

مسلسل اشاعت کا اکیسواں سال
MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL
ماہنامہ
مرآۃ العارفین انٹرنیشنل
لاہور
جنوری 2021ء، جمادی الاول / جمادی الثانی 1442ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فیضانِ نظر

سلطان الفقر
حضرت سخی سلطان
محمد اصغر علی صاحب
قدس اللہ سرہ العزیز
سروری قادری

چیف ایڈیٹر
صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹر
طارق اسمٰعیل ساگر

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1 اقتباس		3
اداریہ		
2 دستک		4
قومی و بین الاقوامی		
3 ڈِس انفولیب رپورٹ اور بھارتی پراپیگنڈا بے نقاب	محمد محبوب	5
4 جوناگڑھ یومِ سیاہ (سیمینار رپورٹ)	مسلم انسٹیٹیوٹ	8
5 تقریبِ حلف برداریٔ دیوان آف جوناگڑھ (مختصر رپورٹ)	ادارہ	12
6 RFID چِپ ٹیکنالوجی	ندیم اقبال	14
احکامِ شرع		
7 احکامِ شرع کا چوتھا مآخذ (قیاس) کی شرعی حیثیت و اہمیت	مفتی محمد اسماعیل خان نیازی	17
تذکرہ		
8 امام الرجال و العلل امام علی بن المدینی السعدی (رحمۃ اللہ علیہ)	مفتی محمد صدیق خان قادری	24
گوشۂ اقبال		
9 علامہ اقبال کے پہلے خطبے "علم اور مذہبی تجربے" کا مختصر مطالعہ	لئیق احمد	28
صلائے عام		
10 مسافر کے حقوق	صاحبزادہ سلطان احمد علی	32
باھو شناسی		
11 "اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس"	وقار حسن	45
12 شمس العارفین	مترجم: سید امیر خان نیازی	48
13 Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	49

ایڈیٹوریل بورڈ
سجاد علی چوہدری
محمد افضل عباس خان ● محمد سیف الرحمٰن

آرٹ ایڈیٹر
محمد احمد رضا ● واصف علی

اندرون ملک نمائندے

اسلام آباد	مہتاب احمد
کراچی	لئیق احمد
فیصل آباد	ڈاکٹر غضنفر عباس
ملتان	شبیر حسین
لاہور	حافظ محمد ریحان
کوئٹہ	رسالت حسین
پشاور	سید حسین علی شاہ

بیرون ممالک نمائندے

ممالک	نمائندگان
اٹلی	چوہدری ناصر حسین
انگلینڈ	منظور احمد خان
ساؤتھ افریقہ	آصف ملک
سعودی عرب	مہر کریم بخش
سپین	محمد عقیل
فرانس	امجد علی
کینیڈا	ثقلین عباس
متحدہ عرب امارات	نصیر شاہ
ملائشیاء	محمد شفقت
یونان	محمد شکیل

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
40 روپے	50 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 480 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 600 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
200	100	80

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-8676572

برائے خط و کتابت ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com
WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بند روڈ، لاہور سے چھپوا کر کمرہ نمبر-9، سیکنڈ فلور، اسلم آرکیڈ 16 میکورڈ روڈ لکشمی چوک لاہور سے شائع کیا

"قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ‌ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ۝"

"فرما دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں۔ بس نصیحت تو عقلمند لوگ ہی قبول کرتے ہیں"۔(الزمر:9)

"حضرت عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل علم کو لوگوں کے دلوں سے چھین کر قبض نہیں فرمائے گا بلکہ علماء کو باقی نہ رکھنے کی صورت میں قبض فرمائے گا یہاں تک کہ جب علماء باقی نہ رہیں گے۔ لوگ جاہل سرداروں کو اپنائیں گے، ان سے مسائل پوچھے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے"۔ (صحیح بخاری، باب: كَيۡفَ يُقۡبَضُ الۡعِلۡمُ)

سبحانی محبوب ربانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

فرمان

"سیّدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ علم ایک نہایت بزرگ وصف، جلیل القدر مرتبہ، روشن و قابلِ فخر متاع اور نفع بخش سودا ہے کہ یہ توحید ربّ العالمین تک پہنچنے اور انبیاء و مُرسلین (علیہم السلام) کی تصدیق کرنے کا ذریعہ ہے۔ وہ تمام علمائے کرام اللہ عزوجل کے خاص بندے ٹھہرے جنہیں اللہ عزوجل نے معالمِ دین کیلئے منتخب فرما کر فضلِ مزید کی ہدایت عطا فرمائی۔ انہیں دوسروں پر فضیلت بخشی اور برگزیدہ بنایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو وارثانِ انبیاء، خلفائے انبیاء، ہمرازِ مُرسلین اور عارفانِ الٰہی کہلائے جیسا کہ فرمانِ تعالیٰ ہے: "پھر ہم نے اپنے منتخب بندوں کو کتاب کا وارث بنایا تو کوئی ان میں اپنی جان پہ ظلم کرتا ہے اور کوئی میانہ روی اختیار کرتا ہے"۔ یعنی وہ لوگ کہ جن کی برائیاں نیکیوں کے برابر ہیں اور ان میں کوئی وہ ہے جو نیکیوں میں سبقت لے جانے والا ہے جیسا کہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا فرمان مبارک ہے: "علماء علم کی رُو سے انبیاء کے وارث ہیں"۔ اہلِ آسمان اُن سے محبت کرتے ہیں اور سمندر کی مچھلیاں اُن کے لیے قیامت تک استغفار کرتی رہیں گی"۔ (سر الاسرار)

سُلطان العارفین

حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

فرمان

علموں باجھوں فقر کماوے کافر مرے دیوانہ ھو
سَے ورھیاں دی کرے عبادت، رہے اللہ کنوں بیگانہ ھو
غفلت کنوں نہ کھلیوں پردے، دِل جاہل بتخانہ ھو
میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں ملیا یار یگانہ ھو

(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

"آپؒ نے طلبا کو تلقین کی کہ وہ اپنی گمشدہ میراث کی بازیابی کے لیے حقیقی اور پرخلوص کوششیں کریں۔ وقت آگیا ہے کہ انہیں اسلام کے لئے اور اپنے ملک کی اقتصادی، تعلیمی اور صنعتی ترقی کے لیے کام کرنا چاہیے"۔

(مسلم طلباء کی کانفرنس سے خطاب، کراچی 11، اکتوبر 1938ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیمؑ
کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا ندیم
وہ علم کم بصری جس میں ہمکنار نہیں
تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم

(بالِ جبریل)

شام کی حالیہ صورتحال

گزشتہ دہائی سے شام میں امن وسکون اور انسانیت کا تحفظ محض ایک خواب بن کر رہ گیا ہے- شام نے جہاں ایک طرف خانہ جنگی اور پراکسی وار کا سامنا کیا ہے وہیں اقتصادی، سماجی اور سیاسی بحران کا سامنا بھی کر رہا ہے- اس وقت شامی مسلمان ناگفتہ بہ حالات سے گزر رہے ہیں اور شام کے کئی علاقے زمینی اور فضائی حملوں کی وجہ سے کھنڈرات کے مناظر پیش کر رہے ہیں- یونائیٹڈ سٹیٹس انسٹیٹیوٹ آف پیس (USIP) کی حالیہ رپورٹ کے مطابق گزشتہ 10 سالوں میں تنازعہ شام کے نتیجے میں 5 لاکھ سے زائد افراد ہلاک ہوئے اور تقریباً 13 ملین افراد بے گھر ہوئے جن میں سے 6.2 ملین شامی افراد داخلی طور پر بے گھر ہوئے ہیں جبکہ 5.6 ملین شامی مہاجرین ہیں جن کی زیادہ تر تعداد لبنان، اردن اور ترکی میں پناہ لینے پر مجبور ہوئی-

شامی مسلمانوں کو خانہ جنگی کے ساتھ ساتھ موجودہ کورونا وباء (COVID-19) کا بھی سامنا ہے جس نے اس وقت دنیا کے مختلف خطوں کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے- شام میں صرف نومبر کے مہینہ میں 2,069 کورونا کیسز ریکارڈ ہوئے ہیں جو گزشتہ ماہ کی نسبت ایک خطرناک حد تک اضافہ ہے-

شام کی خانہ جنگی میں ایران، سعودی عرب، روس، امریکہ اور ترکی کا کردار نہایت اہم ہے- شام کے زبردست اتحادی ہونے کے ناطے روس کی امریکہ کے ساتھ اکثر چپقلش جاری رہتی ہے کیونکہ امریکہ شام کے شمالی اور مشرقی علاقوں میں موجود تیل اور گیس کے ذخائر پر قبضہ کرنا چاہتا ہے جس کیلئے وہ سویلین آبادی کو بھی نشانہ بناتا ہے- کچھ عرصہ قبل امریکہ نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں شام میں روس کے سیز فائر پلان کو مسترد کر دیا تھا- اسی طرح ترکی نے مارچ 2020ء میں شام کے صوبہ ادلب میں باغی کردوں کے خلاف آپریشن کیا تھا جس میں ترکی کے متعدد فوجی بھی شہید ہوئے تھے جس کے بعد ترکی اور روس کے درمیان ادلب سیز فائر معاہدہ طے پایا تھا؛ یہ تمام عناصر کسی نہ کسی طرح شام کی خانہ جنگی کا حصہ ہیں- شام کو ان نامساعد حالات تک پہنچانے میں زیادہ تر بیرونی قوتیں ملوث ہیں جو شام میں پراکسی وار اور خانہ جنگی کے ذریعے اپنا مفاد سمیٹ رہی ہیں- مزید برآں! شام کی اس صورتحال کی ایک بڑی وجہ اس معاملے کا عالمی سیاست کی بھینٹ چڑھ جانا ہے جس میں بڑی حد تک اپنوں کی غفلت بھی شامل ہے جو اپنی حکومتیں قائم رکھنے کیلئے چند بے رحم عناصر کو اپنے ہی گھر میں اپنوں کا خون بہانے کا کھلا اختیار دیے ہوئے ہیں- شاید یہی وجہ ہے کہ خطے کو درپیش مسائل کے دیرپا حل کے بظاہر کوئی آثار نظر نہیں آرہے-

اس وقت خطے کے ممالک، اقوامِ متحدہ اور انسانی حقوق کی دیگر تنظیموں کو شام میں جنگ بندی اور قیامِ امن کیلئے سنجیدہ کاوشیں کرنے کی ضرورت ہے- مزید برآں! کوئی بھی ملک کسی تیسرے ملک میں طاقت کا بے جا اور منفی استعمال کرتے وقت عالمی قوانین کا احترام کرے اور اگر ضرورت پڑنے پر کوئی ملک کسی دوسرے ملک سے مدد کی درخواست کرے بھی تو اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے مطابق اس کی مدد کی جائے تاکہ اس ملک کی خودمختاری اور انسانی اقدار پامال نہ ہوں- اسی طرح شامی مہاجرین کی آبادکاری اور انہیں بنیادی انسانی حقوق اور سہولتیں فراہم کرنے میں قریبی مسلم وغیر مسلم ممالک (جن میں سے چند ایک پہلے ہی ان مہاجرین کو پناہ دیے ہوئے ہیں) اپنا کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں- عرب لیگ اور OIC تنازعہ شام کے حل کیلئے اپنا مؤثر کردار کر سکتی ہے بشرطیکہ اس معاملے کو سیاست کی بھینٹ نہ چڑھنے دیا جائے- برادر اسلامی ملک ہونے کے ناطے پاکستان کو تنازعہ شام کے حل کے لئے متحرک سفارتکاری اور غیر فرقہ وارانہ پالیسی اپناتے ہوئے مستقل حکمتِ عملی تشکیل دینے کی ضرورت ہے تاکہ انسانی حقوق کے بین الاقوامی فورمز پر اس مسئلے کو بھرپور طریقے سے اجاگر کیا جاسکے- یہ بھی واضح ہے کہ شام میں جنگ بندی اور انسانیت کے ناحق خون کو روکنے کیلئے اگر امتِ مسلمہ نے بین الاقوامی سطح پر متفقہ آواز بلند نہ کی یا اپنا کوئی واضح مؤقف اور دیرپا لائحہ عمل پیش نہ کیا تو یہ پوری امت کیلئے خطرے کی گھنٹی ہو گی اور شام میں تباہی پورے عالمِ اسلام میں تباہی کا باعث بنے گی- کیونکہ فرمانِ نبوی (ﷺ) ہے:

’’جب اہل شام میں فساد برپا ہو جائے گا تو پھر تم میں کوئی خیر باقی نہیں رہے گی‘‘- (ترمذی)

ڈِس انفولیب رپورٹ
اور بھارتی پراپیگنڈا بے نقاب

محمد محبوب

آج جس دور میں ہم زندہ ہیں اس کو ففتھ جنریشن وار فیئر یا ہائبرڈ (Hybrid) وار فیئر کا زمانہ کہا جاتا ہے جس میں جنگ لڑنے کا روایتی طریقہ کار یکسر تبدیل ہو چکا ہے- اب جنگیں میدان جنگ میں لڑنے کی بجائے مخالف ملک پر پروپیگنڈا (Propaganda)، مس انفارمیشن (Misinformation) اور جھوٹی خبریں (Fake News) پھیلا کر اس ملک کی عوام کو نفسیاتی طور پر احساس کمتری کا شکار کر کے ان کے ذہنوں کو ورغلایا جاتا ہے-[1] اس جنگ کے سب سے اہم ہتھیاروں میں سوشل میڈیا اور اس کے مختلف آلات (tools)، اخبارات، ٹی وی، ریڈیو، سفارت کاری اور پراکسیز وار (Proxies Wars) شامل ہیں- جن کے ذریعے جھوٹ پر مبنی زور و شور سے پروپیگنڈا پھیلایا جاتا ہے تاکہ شہریوں کو اپنی ریاست اور بالخصوص افواج کے خلاف بھڑکایا جاسکے اور ریاست کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جاسکے- اس ہائبرڈ وار فیئر کا مقصد مخالف مخصوص ملک کو نا صرف علاقائی اور عالمی سطح پر بدنام کر کے الگ تھلگ کیا جا سکے بلکہ اس کی عوام میں احساس محرومی و کمتری پیدا کر کے اس ملک کی بنیادوں کو اندرونی طور پر کمزور کیا جاسکے- ایسا ملک جو علاقائی اور عالمی سطح پر تنہا ہو جائے اور اس کی عوام مایوسی اور نا امیدی کا شکار ہو چکی ہو تو ایسا ملک دشمن ملک کیلئے ایک تر نوالہ سے کم نہیں ہوتا اور دشمن اس ملک کو کبھی بھی آسانی سے ختم کر سکتا ہے-

پاکستان کے ازلی دشمن بھارت (جو بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی کی شکل میں ہندوتوا اور اکھنڈ بھارت کی عملی شکل ہے) نے کبھی پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا اور ہمیشہ اپنے مذموم عزائم کو پورا کرنے کے درپے رہا ہے- بھارت نے امریکہ کی 2001ء میں افغانستان میں جنگ کو استعمال کرتے ہوئے پاکستان کو عالمی سطح پر بدنام اور دہشت گرد ملک قرار دینے کیلئے بڑے زور و شور سے مس انفارمیشن اور فیک نیوز کے ذریعے پروپیگنڈا پھیلانا شروع کیا اور بدقسمتی سے دنیا کے بڑے بڑے ممالک بھارت سے معاشی مفادات کی وجہ سے اس پراپیگنڈا سے متاثر ہوئے حالانکہ پاکستان ہی وہ ملک تھا جو سب سے زیادہ دہشت گردی کا نشانہ بنا اور دہشتگردی کے خلاف کافی جانی اور مالی نقصان کا سامنا کیا- جس میں تقریبا 70 ہزار معصوم جانوں کی شہادت اور تقریباً 126 ارب ڈالر کا نقصان برداشت کرنا پڑا- اس دہشتگردی کی جنگ میں افواج پاکستان نے دہشتگردوں کے خلاف ”آپریشن ضرب عضب“ لانچ کیا اور دہشت گردوں کی کمر توڑ کر رکھ دی- آج افواج پاکستان کی لاتعداد قربانیوں کی بدولت مملکت خداداد پاکستان امن کا گہوارہ بن چکا ہے- بھارت کے اس مکروہ چہرے کو حال ہی میں یورپی یونین کی ڈِس انفولیب کی رپورٹ نے بے نقاب کیا ہے-

EU Disinfo Lab یورپی یونین میں فیک نیوز (Fake News) اور ڈس انفارمیشن (Disinformation) کے حوالے سے آگاہی پیدا کرنے کے لئے ایک آزادانہ این-جی-او ہے- اس ادارے نے ”انڈین کرونیکلز (Indian

[1] https://globalsecurityreview.com/hybrid-and-non-linear-warfare-systematically-erases-the-divide-between-war-peace/

Chronicles) کے نام سے 9 دسمبر 2020ء کو ایک تحقیقی رپورٹ شائع کی۔[2] جس کے مطابق:

"بھارت پچھلے 15 سالوں یعنی 2005ء سے 750 جعلی اور فیک ویب سائٹس اور 10 سے زیادہ جعلی این-جی-اوز کے ذریعے بین الاقوامی سطح پر ایک وسیع عالمی ڈس انفارمیشن منصوبے اور بھارتی مفادات کو فائدہ پہنچانے کیلئے پاکستان مخالف پروپیگنڈا پھیلا رہا تھا جس کا مقصد بین الاقوامی سطح پر پاکستان کو بدنام کرنا تھا"-

رپورٹ کے مطابق یہ بھارتی نیٹ ورک بین الاقوامی سطح پر برسلز میں یورپی پارلیمنٹ اور جنیوا میں اقوام متحدہ کی کونسل برائے انسانی حقوق (CUNHR) کے فیصلہ سازی پر اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہا تھا- گزشتہ برس 2019ء کو بھی اسی ادارے نے 65 ممالک میں بھارتی مفادات کیلیے کام کرنے والے 265 مربوط جعلی مقامی میڈیا آؤٹ لیٹس کا نیٹ ورک بے نقاب کیا تھا جس میں متعدد مشتبہ تھنک ٹینکس اور این جی اوز بھی شامل تھیں-اس ریسرچ کے مطابق اس نیٹ ورک کا اہم حصہ سری واستوا گروپ ہے جس کی رسائی تقریباً 106 ممالک اور 9 خطوں تک ہے-

حالیہ ریسرچ نے بھارت کے اس ڈس انفارمیشن نیٹ ورک کے طریقہ واردات کو بھی بے نقاب کیا ہے کہ کیسے یہ نیٹ ورک مشکوک یا جعلی این جی اوز، 750 سے زیادہ جعلی اور فیک نیوز ویب سائٹس، فرضی شناخت اختیار کر کے یا دوسروں کی شناخت کو چرا کر اور حتی کہ فوت شدہ شخصیات (مثلاً 2006ء میں فوت ہونے والے انسانی حقوق کے حوالے سے کام کرنے والے لوئیس بی سوہن (Louis Sohn) کو بھی زندہ دکھا کر اپنے پروپیگنڈا کو پھیلا رہے تھے-اس تحقیق نے سری واستوا گروپ کا اقوام متحدہ سے تسلیم شدہ 10 این جی اوز سے تعلق بھی ثابت کیا ہے جہاں ان این جی اوز کے نمائندگان جا کر تقریر کر سکتے ہیں- اسی طرح کئی غیر فعال ادارے اور جعلی تھنک ٹینکس کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے جو پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے تھے-اس ریسرچ میں انڈیا کی سب سے بڑی نیوز ایجنسی ایشین نیوز انٹرنیشنل (ANI) اور اس نیٹ ورک کے گٹھ جوڑ کو بے نقاب کیا گیا ہے-اے این آئی ان جعلی نیوز ویب سائٹس کی جعلی خبریں جو کہ پاکستان مخالف پروپیگنڈا پر مشتمل ہوتی تھیں کو معتبر اور مصدقہ ظاہر کر کے آگے پھیلاتی رہی-

اس نیٹ ورک نے ای یو کرونیکلز کے نام سے ایک ویب سائٹ لانچ کی جس کی رسائی یورپی پارلیمان کے نمائندوں تک حاصل تھی- اس سائٹ پر باقاعدگی سے یورپی پارلیمان کے ممبران نے پاکستان مخالف مضامین لکھے جو کہ اے این آئی پر ای یو کرونیکلز کے حوالے سے شائع کر کے پورے بھارت میں پھیلائی جاتی تھیں- یورپ میں جن جعلی تنظیموں کے ذریعے پاکستان مخالف جتنے بھی مظاہرے اور احتجاج ہوتے رہے ہیں ان کی پشت پناہی سری واستوا گروپ کر رہا تھا- انہی ایونٹس کو فیک ویب سائٹس کے ذریعے کوریج ملتی تھی اور انہی خبروں اور وڈیوز کو اے این آئی کے ذریعے آگے پھیلایا جاتا رہا-

ای یو ڈس انفو لیب کے ایگزیکٹیو ڈائریکٹر ایلیگزانڈر الافیلیپ نے بی بی سی سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ:

"انہوں نے ڈس انفارمیشن پھیلانے کی غرض سے مختلف سٹیک ہولڈرز پر مشتمل کسی نیٹ ورک میں اتنی ہم آہنگی نہیں دیکھی"-

[2]Indian Chronicles: deep dive into a 15-year operation targeting the EU and UN to serve Indian interests
Executive Summary & full report: https://t.co/W3IAxQTOqZ

وہ مزید کہتے ہیں کہ:

"ہم نے اس نوعیت کا اتنا بڑا نیٹ ورک اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا"۔

ان کا مزید کہنا تھا کہ گذشتہ سال اس نیٹ ورک کے بارے میں تحقیق سامنے لانے کے باوجود اس نے اپنے کام کو جاری رکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتنا مضبوط اور بااثر نیٹ ورک ہے۔[3]

بھارت ان جعلی ویب سائٹس اور فیک سوشل میڈیا اکاؤنٹس کے ذریعے پاکستان میں منظم پروپیگنڈا، عوام کو افواج پاکستان اور قومی سلامتی کے اداروں کے خلاف اکسانے کے ساتھ ساتھ لسانی، صوبائی اور فرقہ وارانہ مواد کی اشاعت اور پاکستان میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرتا آرہا ہے۔ محبِ وطن پاکستانی جب سوشل میڈیا پر ان سازشوں کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا بھرپور جواب دیتے ہیں تو ایسے اکاؤنٹس بغیر کسی نوٹس کے بند بھی کروادیئے جاتے ہیں۔

اس رپورٹ کے سامنے آنے کے بعد پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی اور قومی سلامتی کے مشیر ڈاکٹر معید یوسف نے اپنی پریس کانفرنس میں کھل کر پوری دنیا کے سامنے بھارتی جھوٹ اور پاکستان مخالف پروپیگنڈا کو بے نقاب کیا۔ وزیر خارجہ نے انکشاف کیا کہ:

"اقوام متحدہ میں کام کرنے والے انٹرنز کو ان جعلی این جی اوز میں استعمال کیا گیا اور اخبارات میں بھی چھپوا کر فری بلوچستان کے بینرز اور پوسٹر لگائے گئے، یہ کون کر رہا تھا، یہ بلوچستان کے لوگ نہیں کر رہے تھے یہ بھارتی فنڈنگ پر چلنے والی اس قسم کی آرگنائزیشنز کر رہی تھیں"۔

اسی طرح "یہ جعلی نیوز آؤٹ لیٹس نہ صرف بھارت نے بنائے بلکہ بھارت انہیں فنڈ بھی کرتا ہے جس کا مقصد یورپی یونین اور اقوام متحدہ کے نظام کو غلط معلومات دینا اور ان غلط معلومات کے ذریعے سے اپنے غلط مقاصد حاصل کرنا ہے"۔[4]

اس سے پہلے 4 نومبر کو وزیر خارجہ اور ڈی جی آئی ایس پی آر مشترکہ پریس کانفرنس کے ذریعے بھارت کی پاکستان میں دہشت گردی کی کاروائیوں میں ناصرف پشت پناہی بلکہ دہشتگردوں کو مالی امداد کے ناقابل تردید ثبوت دنیا کے سامنے پیش کئے تھے۔ پاکستانی قیادت نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل اور دنیا کے کئی دیگر بڑے بڑے ممالک کے نمائندوں کو بھارت کی پاکستان میں دہشت گردی کی کاروائیوں پر مشتمل ڈوزئیر بھی پیش کئے ہیں۔[5] اب یہ حقیقت دنیا پر عیاں ہو چکی ہے کہ بھارت دہشت گردی اور پروپیگنڈا وارفیئر کا سرپرست اور سہولت کار ہے اور اس نے پاکستان کے خلاف ففتھ جنریشن وار لانچ کر رکھی ہے۔

اس رپورٹ کے بعد پاکستان کو یہ مسئلہ یورپی یونین کے سامنے بھی اٹھانا چاہیے کہ کس طرح بالواسطہ یا بلاواسطہ یورپی پارلیمان کے ممبران بھارتی ایماء پر پاکستان مخالف پروپیگنڈا کا حصہ بنے رہے ہیں۔ واضح ثبوتوں کی روشنی میں عالمی برادری پر بھی یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ بھارت سے معاشی مفادات کو پس پشت ڈال کر اس بات پر غور و فکر کریں کہ آج پورے خطے کا امن بھارت کے توسیع پسندانہ عزائم اور ہندوتوا نظریات کی بدولت داؤ پر لگ چکا ہے اگر اس جانب کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی تو یہ خطہ تباہی کے دہانے پر چلا جائے گا اور یہ آگ صرف اسی خطے تک محدود نہیں رہے گی بلکہ پوری دنیا اس کی لپیٹ میں آسکتی ہے۔

☆☆☆

[3]https://www.bbc.com/urdu/regional-55243069
[5]https://www.dawnnews.tv
[4]https://www.dawnnews.tv/news/1148879

جوناگڑھ یومِ سیاہ

(سیمینار رپورٹ)

مسلم انسٹیٹیوٹ

مسلم انسٹیٹیوٹ کی جانب سے 10 نومبر 2020ء کو اسلام آباد میں ''جوناگڑھ یومِ سیاہ'' پر ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا- عزت مآب نواب جہانگیر خانجی (نواب آف جوناگڑھ) نے سیمینار کی صدارت کی جبکہ صاحبزادہ سلطان احمد علی (چیئرمین مسلم انسٹیٹیوٹ) نے ابتدائی کلمات ادا کیے- اسامہ بن اشرف (ریسرچ ایسوسی ایٹ مسلم انسٹیٹیوٹ) نے ماڈریٹر کے فرائض سرانجام دیئے-

ابتدائی کلمات:

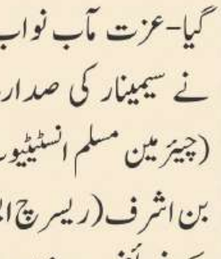

صاحبزادہ سلطان احمد علی

(چیئرمین مسلم انسٹیٹیوٹ)

تقسیم ہند سے پہلے برصغیر پاک وہند میں 562 شاہی ریاستیں تھی اور جوناگڑھ کا شمار دوسری بڑی ریاست کے طور پر ہوتا ہے- قانونِ تقسیمِ ہند 1947ء نے شاہی ریاستوں کو یہ اختیار دیا کہ وہ پاکستان یا انڈیا کے ساتھ شامل ہو جائیں یا خود مختاری کا اعلان کر دیں- جوناگڑھ پہلی شاہی ریاست تھی جس نے 15 ستمبر 1947ء کو پاکستان کے ساتھ باقاعدہ الحاق کیا- 9 نومبر 1947ء کو انڈیا نے جوناگڑھ پر حملہ کر دیا اور ریاست پر غیر قانونی تسلط قائم کر لیا- سر محمد ظفر اللہ خان جنوری 1948ء میں جوناگڑھ کے کیس کو اقوامِ متحدہ لے گئے- جوناگڑھ اقوامِ متحدہ کے قدیم ترین حل طلب مسائل میں سے ایک ہے- یہ مسئلہ ہمیشہ سے توجہ اور کوشش کا طلبگار ہے- آذربائیجان کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ کس طرح انہوں نے نگارنوکاراباغ پر اپنے حق کا مطالبہ کیا- قانونی طور پر جوناگڑھ پاکستان کا حصہ ہے اور نواب آف جوناگڑھ کا اس ریاست پر یہ مطالبہ قائم رہے گا- میں اپنے نوجوانوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کامیابی سے ٹویٹر پر ''جوناگڑھ پاکستان ہے'' کا ٹرینڈ قائم کیا-

صدارتی کلمات:

عزت مآب نواب جہانگیر خانجی

(نواب آف جوناگڑھ)

ہم 9 نومبر کو جوناگڑھ یومِ سیاہ کے طور پر مناتے ہیں کیونکہ اس دن غاصب بھارتی افواج نے ریاست جوناگڑھ پر بزور طاقت قبضہ کر لیا جس نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر رکھا تھا- انڈین حکومت کا یہ اقدام اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی سنگین خلاف ورزی تھا- تقسیم برصغیر کے وقت جوناگڑھ کے نواب مہابت خانجی نے ریاستی کونسل سے مشورہ کے بعد پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کیا- اب ہم نے دوبارہ اس معاملہ کو خانوادہ حضرت سلطان باھُوؒ سے تعلق رکھنے والے عزت مآب صاحبزادہ سلطان محمد علی صاحب کی توجہ اور کاوش سے اٹھایا ہے- نواب محابت خانجی کے ساتھ جوناگڑھ کے لوگوں نے کراچی ہجرت کی اور آزادی کے وقت سے پاکستان کی اقتصادی و صنعتی ترقی کیلیے کوشاں ہیں- ہم نہ صرف انڈیا بلکہ پوری دنیا کو بتادینا چاہتے ہیں کہ انڈیا کے غاصبانہ قبضے سے جوناگڑھ کی آزادی تک ہماری جدوجہد جاری رہے گی- جوناگڑھ پاکستان تھا، ہے اور رہے گا- ہم وزیرِ اعظم عمران خان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کشمیر کی طرح جوناگڑھ کے بھی سفیر بنیں-

مہمانِ خصوصی

سردار مسعود خان (صدر آزاد جموں وکشمیر)

پاکستان کے نئے سیاسی نقشہ کی اشاعت کے بعد، انڈیا کشمیر سے بھی زیادہ جوناگڑھ کے مسئلہ پر اشتعال میں ہے-

اس لیے آج کا یہ پروگرام بہت اہم ہے اور اس کے انعقاد پر میں مسلم انسٹیٹیوٹ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں- مسلم انسٹیٹیوٹ اپنے قیام کے آغاز سے ہی جوناگڑھ کے بارے آگاہی پیدا کرنے میں مصروف ہے- بروشر میں چھاپے گئے دستاویز الحاق جوناگڑھ کا امیج بہت مقدس ہے کیونکہ اس دستاویز پر قائد اعظم محمد علی جناح کے دستخط ثبت ہیں- اس لیے جوناگڑھ کے پاکستان سے الحاق کے متعلق کوئی شکوک و شبہات نہیں ہیں- الحاق کے بعد انڈیا کی جانب سے جس قسم کی دہشتگردی اور غیر قانونی قبضہ کا مظاہرہ کیا گیا اس کو ہم کبھی بھی قبول نہیں کریں گے- نواب آف جوناگڑھ کی یہ ڈیمانڈ کہ اسلام آباد میں بھی جوناگڑھ کا سیکریٹریٹ ہونا چاہیے بالکل جائز ہے- آزاد جموں و کشمیر کا ایک مکمل ریاستی ڈھانچہ موجود ہے اور اسی لیے مسئلہ کشمیر زندہ ہے- ریاست پاکستان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک وہ اپنے تمام مقبوضہ علاقہ جات حاصل نہ کر لے- پاکستان کے لوگوں اور تمام مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مل کر ہندوتوا کا مقابلہ کریں کیونکہ یہ ایک سول وار ہے-

مہمان مقرر

صاحبزادہ محمد محبوب سلطان

(وفاقی وزیر سیفران)

صرف وہی قومیں زندہ رہتی ہیں اور اپنی شان و شوکت برقرار رکھتی ہیں جو اپنی علاقائی سالمیت کو ہر چیز سے بالاتر سمجھتی ہیں- جیسے ہر شخص کے لیے انفرادی مسائل بھی اہمیت رکھتے ہیں اسی طرح قومی اور اجتماعی مفادات کی حفاظت بھی بہت ضروری ہے- بطور ایک زندہ قوم ہم اپنے تاریخی حقوق اور معاہدات فراموش نہیں کر سکتے- تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ نواب آف جوناگڑھ نواب مہابت خانجی نے تقسیمِ برصغیر کے وقت قائد اعظم کے ساتھ الحاق پاکستان کی دستاویز پر دستخط کیے اور پاکستان کے ساتھ مضبوط قومی وحدت کا اظہار کیا- جب تک پاکستان جوناگڑھ کی سرزمین کو حاصل نہیں کر لیتا، کشمیر کی طرح جوناگڑھ کا مسئلہ پاکستان کی توجہ کا مرکز رہنا چاہیے- نواب آف جوناگڑھ نواب جہانگیر خانجی مسئلہ جوناگڑھ کو زندہ رکھنے کے لیے انتھک کاوششیں کر رہے ہیں اور پر عزم ہیں کہ جوناگڑھ کو بھارتی شکنجوں سے آزاد کروایا جائے- پاکستان اس مسئلہ کو ہر عالمی پلیٹ فارم پر اٹھائے گا اور اس مسئلہ کے حل میں ہر ممکن کردار ادا کرے گا- پاکستان کے نئے سیاسی نقشہ کا اجراء اس کی واضح مثال ہے- موجودہ حکومت ان مسائل کے حل میں نہایت سنجیدہ ہے- سیاسی نقشہ کا از سر نو جائزے کا مقصد دہائیوں پرانے مسئلہ کشمیر اور جوناگڑھ میں نئی جان ڈالنا تھی- جوناگڑھ انشاءاللہ پاکستان کا حصہ بنے گا-

مہمان مقرر

شہریار خان آفریدی

(چیئرمین کشمیر کمیٹی)

جوناگڑھ، جموں و کشمیر اور بھوپال پر انڈیا نے وہاں کے حکمرانوں اور عوام کی خواہشات کے خلاف قبضہ کر لیا- اسی طرح انڈیا نے اپنے غاصبانہ عزائم کی پیروی کرتے ہوئے 1949ء اور 1975ء میں مانی پور اور سکم کی ریاستوں پر قبضہ کر لیا- پاکستان نے دنیا کی سالمیت کے لیے بہت کچھ کیا ہے جیسا کہ پاکستان نے دہشتگردی کیخلاف خوفناک جنگ کا سامنا کیا- اس کے علاوہ سرد جنگ میں اور افغان امن کیلیے پاکستان کا کردار سب کے سامنے ہے- آج بھی پاکستان لاکھوں افغان مہاجرین کی انسانی بنیادوں پر مہمان نوازی کر رہا ہے جس کی انسانی تاریخ میں مثال نہیں ملتی- دوسری جانب انڈیا افغان سرزمین کو استعمال کرتے ہوئے پاکستان اور پورے خطے میں بد امنی پھیلا رہا ہے- انڈیا کا برسوں سے ایک سیکولر ملک، دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت اور ابھرتی ہوئی معیشت کا تاثر ابھارا گیا ہے- لیکن حقیقت بالکل مختلف ہے اور انڈیا جو کچھ کر رہا ہے وہ دنیا کی نظروں سے پنہاں نہیں ہے- اس وقت انڈیا میں ایک فاشسٹ اور ہندوتوا کے فلسفہ پر برسرپیکار حکومت قائم ہے- 5 اگست 2019ء کو انڈیا

نے اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آرٹیکل 370 اور 35اے کو منسوخ کر دیا اور اس وقت سے معصوم کشمیریوں کا فوجی محاصرہ کر رکھا ہے جو کہ نہ صرف اخلاقی اقدار کی پامالی ہے بلکہ عالمی قوانین کے بھی خلاف ہے- نئے سیاسی نقشہ پر کشمیر اور جونا گڑھ کی پاکستان میں شمولیت پاکستان کے اصل جغرافیائی نقشہ کی تکمیل کی جانب ایک اہم قدم ہے- ہم اپنے مقبوضہ علاقہ جات کے حصول کیلیے ہر ممکن آپشن کا استعمال کریں گے-

مہمان مقرر

پروفیسر ڈاکٹر اعجاز اکرم

(پروفیسر آف ریلیجن اینڈ ورلڈ پالیٹکس، ساوتھ ویسٹرن یونیورسٹی آف پالیٹکس اینڈ لاء چونگ کنگ چائنہ)

موجودہ دنیا میں پاکستان کے بہت سے دوست اور دشمن ہیں- دشمن پاکستان کی سالمیت کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہیں- بہت سے تخریبی عناصر کو پاکستان کے دشمنوں کی امداد حاصل ہے- اس کے علاوہ پاکستان مغرب کے نظریہ کے مطابق ایک مکمل جمہوریہ نہیں ہے کیونکہ ایک جمہوریہ میں اقتدار اعلیٰ کا مالک عوام ہوتی ہے جبکہ پاکستان کے آئین میں یہ درج ہے کہ اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے- اس لیے پاکستان نہ تو جمہوریہ ہے اور نہ ہی ایک نیشن سٹیٹ ہے بلکہ یہ مختلف قومیتوں پر مشتمل ریاستوں کا ایک اتحاد ہے اور اس اتحاد کی بنیاد رنگ و نسل نہیں بلکہ ایک ایمان اور عقیدہ ہے- اسلامی تہذیب میں ترکی، ہندوستان، فارس، مغرب، چینی، افریقی بلکہ پورے روئے زمین کے مسلمان شامل ہیں کیونکہ اسلام کسی خطے یا نسل تک محدود نہیں ہے- پاکستان اسلام کے نظریہ پر قائم ہوا ہے اور اسی نظریہ کے تحت کشمیر اور جونا گڑھ پاکستان میں شامل ہوں گے- اگر پاکستان کے مسلمان اسلام کی روحانی تعلیمات کی جانب رجوع نہیں کریں گے تو دشمن ان کو اپنی سرزمین سے محروم کر دے گا- پاکستان کو مغربی نظریات کو ترک کر دینا چاہیے- آج چینی بھی اپنے آپ کو ایک قومی ریاست نہیں کہتے بلکہ وہ ایک علیحدہ تہذیب پر مبنی ریاست کا دعویٰ کرتے ہیں- حالیہ دنوں میں ترکی لیبیا میں دہشتگردوں کے خلاف اور شامی مسلمانوں کی خود مختاری کیلیے اہم کردار ادا کر رہا ہے- اس کے علاوہ روہنگیا، فلسطین اور کشمیر کے مسلمانوں کیلیے ترکی کی اخلاقی و سفارتی امداد قابل قدر ہے- ترکی نے فرانسیسی صدر ایمانویل میکرون کو توہین رسالت کے ایشو پر بھی ٹف ٹائم دیا- پاکستان مسلم دنیا کی واحد نیوکلیر پاور ہے جو اہم کردار ادا کر سکتی ہے- اس کے علاوہ گلگت بلتستان کی تنظیم نو بھی جونا گڑھ کے کیس کو تقویت بخشے گی-

مہمان مقررہ

ڈاکٹر ماریہ سلطان

ڈائریکٹر جنرل، ساؤتھ ایشین سٹریٹیجک سٹیبلٹی انسٹیٹیوٹ

ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہو گا کہ پاکستان کیوں جونا گڑھ کا دعویدار ہے اور نئے سیاسی نقشہ کے اجراء سے تاریخ کا از سر نو جائزہ لینا چاہتا ہے- مسئلہ جونا گڑھ اور کشمیر میں بہت سے پہلوؤں کے حوالے سے مماثلت پائی جاتی ہے- جونا گڑھ تقسیم ہند کا حل طلب مسئلہ ہے- 1947ء میں جونا گڑھ کی ریاستی کونسل نے پاکستان کے ساتھ الحاق کی منظوری دی- اس کے فوراً بعد انڈین حکومت اور فوج نے ریاست پر قبضہ کر لیا- بھارتی حکومت نے نواب آف جونا گڑھ پر اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کے لیے دباؤ ڈالا- جب نواب صاحب نے اپنے فیصلہ کو تبدیل کرنے سے انکار کر دیا تو بھارت نے ریاست کی اقتصادی ناکہ بندی کر دی- اسی طرح انہوں نے ریاست کی پوسٹل سروسز اور فضائی رسائی بند کر دی اور 3000 پولیس اہلکاروں کو جونا گڑھ کی ریاستی مشینری پر قبضہ کرنے کیلیے بھیجا- اسی طرح 5000 انتہا پسند ہندو غنڈے بھیجے گئے جنہوں نے مقامی ریاستی مشینری کو ہجرت پر مجبور کر دیا- بھارت نے چالاکی سے مقامی انتظامیہ کو ان کے عہدوں سے محروم کر دیا- پاکستان کو ضرور جونا گڑھ کا کیس دوبارہ اقوام متحدہ لے کر جانا چاہیے- انڈیا میں نافذ کئے جانے والے شہریت کے قانون

سے انڈیا اپنی تاریخ کو دہرا رہا ہے اور بھارتی مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں- نواب آف جوناگڑھ ان تمام شہریوں کو جمع کر سکتے ہیں جنہوں نے ظلم بربریت کو برداشت کیا اور ہجرت پر مجبور ہوئے- ان کو واپس جانا چاہیے اور اپنی جوناگڑھ کی شہریت کا دوبارہ مطالبہ کرنا چاہیے - اس سے ان کے کیس کو پیش کرنے میں ہمیں مزید تقویت ملے گی-

وقفہ سوال وجواب:

بھارت کے ساتھ کشمیر کے الحاق کی دستاویز آج تک منظر عام پر نہیں آئی ہے اور نہ ہی کسی ریاستی کونسل یا کشمیری عوام کی نمائندہ پارلیمنٹ نے اس کی توثیق کی- علاوہ ازیں، تحریک آزادی کشمیر دستاویز الحاق پر دستخط سے پہلے ہی شروع ہو گئی تھی اور اس وقت کسی ریاستی کونسل نے پاکستان یا انڈیا میں شمولیت کا فیصلہ نہیں کیا تھا- مہاراجہ جنوبی انڈیا چلا گیا تھا اور بھارتی افواج کشمیر میں داخل ہو گئی- انڈیا سیکیورٹی کونسل میں گیا اور یہ دعویٰ کیا کہ شیخ عبد اللہ کی قیادت میں آئین ساز اسمبلی تشکیل دے دی گئی ہے جس نے کشمیر کی انڈیا میں شمولیت کا فیصلہ کیا ہے- سیکیورٹی کونسل نے کہا کہ چونکہ اس وقت کلی طور پر ریاست جموں وکشمیر پاکستان یا بھارت کسی کے کنٹرول میں نہیں ہے اس لیے کشمیر کی قسمت کا فیصلہ غیر جانبدرانہ استصواب رائے کے ذریعے کیا جائے گا- پس تقسیم کا عمل مکمل نہ ہو سکا اور انڈیا نے 5 اگست 2019ء تک کشمیر پر ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ حکومت کی- دوسری جانب اس بات کے واضح شواہد موجود ہیں کہ جوناگڑھ کا پاکستان کے ساتھ الحاق عالمی قوانین کے عین مطابق تھا- جب جوناگڑھ نے پاکستان سے الحاق کر لیا تو وہاں بھارت نے ایک جھوٹا ہندو مسلم فساد کھڑا کیا کیونکہ مسلمانوں نے بڑی تیزی سے جوناگڑھ کی جانب ہجرت کرنا شروع کر دی تھی- ان مہاجرین کی تعداد 10 لاکھ کے لگ بھگ تھی- علاوہ ازیں ریاست گجرات سے بھی بڑی تعداد میں ہندوؤں کے مظالم کا شکار مسلمان جوناگڑھ آئے اور ہندو بھی جوناگڑھ کو چھوڑ رہے تھے جس سے یہ ریاست تیزی سے مسلم اکثریتی علاقہ میں تبدیل ہو رہی تھی- اس صورتحال پر قابو پانے کیلیے، بھارت نے 300 سے زائد انڈین سول سروس کے افسران کو سپیشل پولیس یونٹ کے ہمراہ جوناگڑھ میں متعین کر دیا- اس کے علاوہ انڈیا نے ریاست کی پوسٹل سروسز بند کر دی اور خوراک کی رسد پر پابندی لگا دی- مسلمانوں پر بھی وہاں پر بہت زیادہ مظالم ڈھائے گئے- مختصراً، اگر تمام تاریخی واقعات کا جائزہ لیا جائے تو یہ پتا چلتا ہے کہ پاکستان جوناگڑھ پر قانونی حق رکھتا ہے-

☆☆☆

تقریبِ حلف برداری

دیوان آف جوناگڑھ

(مختصر رپورٹ)

ادارہ

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد 562 ایسی ریاستیں تھیں جنہیں یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ پاکستان کے ساتھ الحاق کریں یا ہندوستان کے ساتھ یا پھر علیحدہ ریاست بن جائیں- کئی ریاستوں نے پاکستان سے الحاق کیا مگر بھارت کے غاصبانہ قبضے کے بعد وہ ریاستیں آج تک پاکستان سے دوبارہ ملنے کے لئے کسی مردِ مجاہد کی راہیں تک رہی ہیں- انہی ریاست ہائے ہند میں سے ایک ریاست، ریاستِ جوناگڑھ ہے-

تقسیمِ ہند کے وقت ریاست جوناگڑھ ہندوستان کی مسلمان ریاستوں میں دوسری امیر ترین ریاست تھی جو کہ معاشی لحاظ سے 'اکنامک حب' تھی- جوناگڑھ بحیرہ عرب کے راستے سے چند سو کلو میٹر کے فاصلے پر پاکستان سے جا ملتا ہے- نواب مہابت خانجی صاحب جو تقسیمِ ہند کے وقت جوناگڑھ کے نواب تھے، قائد اعظم محمد علی جناح کے دیرینہ ساتھیوں میں سے تھے اور قائد اعظم انہیں اپنا دایاں بازو فرمایا کرتے تھے- نواب صاحب نے پاکستان سے الحاق کیا تھا لیکن الحاق کے بعد بھارتی فوج نے ریاست جوناگڑھ پر غاصبانہ قبضہ کر لیا اور نواب صاحب کو اپنے خاندان اور احباب کے ساتھ پاکستان آنا پڑا-

نواب مہابت خانجی کے پوتے نواب محمد جہانگیر خانجی کی پوری زندگی اسی تگ و دو میں صرف ہوئی ہے کہ وہ قانونی طریقے سے جوناگڑھ کو اپنے دادا کے خواب کے مطابق پاکستان کا عملی حصہ بنا سکیں- اسی ضمن میں نواب آف جوناگڑھ نواب محمد جہانگیر خانجی نے مسئلہ جوناگڑھ پر عمیق نظر رکھنے والے اور آزادی جوناگڑھ کے لیے ان کے شانہ بشانہ کوشاں صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب آف دربار حضرت سلطان باھوؒ کو جوناگڑھ کا ''دیوان'' بنانے کا اعلان کیا- واضح رہے کہ جوناگڑھ ریاست کے قوانین کے مطابق ''دیوان'' وزیر اعظم کے عہدے کو کہتے ہیں-

جوناگڑھ کے دیوان / وزیرِ اعظم کی تقریب حلف برداری 10 دسمبر 2020ء کو جوناگڑھ ہاؤس کراچی، پاکستان میں منعقد کی گئی- جس میں جوناگڑھ کے گیارہویں نواب، نواب محمد جہانگیر خانجی کے علاوہ جوناگڑھ ریاست کی اسٹیٹ کونسل کے ممبران سمیت پاکستان کی کئی اہم شخصیات نے شرکت کی- نواب آف جوناگڑھ کی خصوصی دعوت پر اصلاحی جماعت کے سربراہ خانوادہ حضرت سخی سلطان باھو حضرت سلطان محمد علی صاحب نے بھی شرکت کی جبکہ تقریب میں ولی عہد ریاست جوناگڑھ نوابزادہ علی مرتضیٰ خانجی بھی موجود تھے-

جوناگڑھ ریاست کے دیوان سے نواب آف جوناگڑھ نواب محمد جہانگیر خانجی نے باقاعدہ حلف لیا اور اس موقع پر جناب سلطان احمد علی صاحب کو جوناگڑھ ریاست کی روایتی دستار پہنائی اور انہیں تعیناتی کا شاہی فرمان بھی دیا گیا- تقریب سے خطاب کرتے ہوئے نواب محمد جہانگیر خانجی نے کہا کہ ہمارے دادا نواب مہابت خانجی نے 1947ء میں پاکستان سے باقاعدہ الحاق کر کے جوناگڑھ ریاست کی تمام سرکاری

عمارتوں پر پاکستانی پرچم لہرا کر اس بات کا اعلان کیا تھا کہ جونا گڑھ ریاست اب پاکستان کا حصہ ہے-انہوں نے مزید کہا کہ ہمیں یقین ہے کہ حکومتِ پاکستان جونا گڑھ ریاست کو بھارتی قبضے سے آزاد کرانے کیلئے سفارتی جدوجہد کے ساتھ اب عملی جدوجہد بھی کرے گی- آپ نے مودی کو للکارتے ہوئے کہا کہ مودی سن لو!جونا گڑھ کل بھی پاکستان تھا،جونا گڑھ آج بھی پاکستان ہے اور مستقبل میں بھی جونا گڑھ پاکستان کا حصہ ہو گا-ہم اپنے مؤقف پر قائم ہیں-انہوں نے مزید کہا کہ جونا گڑھ کا مسئلہ صرف جونا گڑھ کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ پورے پاکستان کا مسئلہ ہے اس لیے تمام پاکستانیوں سے گزارش ہے کہ وہ ہمارا ساتھ دیں-نواب جہانگیر خانجی نے پاکستان کے پولیٹیکل نقشے میں جونا گڑھ ریاست کو شامل کرنے پہ حکومتِ پاکستان کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی ریاست جونا گڑھ میں اپنی عوام کو نوجوان باصلاحیت ہونے کے ساتھ ریاست جونا گڑھ کے ساتھ محبت کرنے والے نئے دیوان سلطان احمد علی کو مبارکباد پیش کی-

اس موقع پر حلف لینے کے بعد صاحبزادہ سلطان احمد علی نے کہا کہ جونا گڑھ پاکستان ہے-یہ ایک نعرہ نہیں بلکہ ایک مقصد ہے جس کی تکمیل کیلئے ہمیں بھرپور جدوجہد کی ضرورت ہے؛اور تمام بین الاقوامی فورم بشمول اقوامِ متحدہ،او آئی سی اور انسانی حقوق پر کام کرنے والے عالمی اداروں کے سامنے اپنے مقدمے کو مزید بہتر انداز میں پیش کر کے بھارت کا قبضہ جونا گڑھ ریاست سے ختم کرانے میں اپنا کردار نبھانے کی ضرورت ہے-انہوں نے اس موقعے پر ریاست جونا گڑھ کی عوام بشمول مسلمان،ہندو،عیسائی اور سکھ برادری سے اپیل کی کہ وہ اپنی ریاست کو بھارتی قبضے سے آزاد کرانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور بھارتی غاصب ریاست سے اپنی ریاست کو آزاد کرانے کے لئے ہماری عملی جدوجہد کا حصہ بنیں-

تقریبِ حلف برداری میں نوابزادہ علی مرتضیٰ خانجی (ولی عہد) نے نوابین کی تین سو سالہ جدوجہد پہ روشنی ڈالی،جبکہ بشیر محمد منشی نے ریاست جونا گڑھ میں تعینات ہونے والے دیوان صاحبان کی تاریخ پہ روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ ریاست جونا گڑھ کے دیوان ہمیشہ قابل اور معروف لوگ رہے ہیں-ہندو برادری سے تعلق رکھنے والے بھی بہت سے دیوان رہے ہیں-کوئی دیوان ایسا نہ تھا جنہیں بڑے بڑے اعزازات نہ ملے ہوں،ہندوؤں کو رائے بہادر کے ٹائیٹل جبکہ مسلمانوں کو خان بہادر کے ٹائیٹل ملے ہوتے تھے کئی دیوان صاحبان کو ''سر'' کا خطاب بھی تھا،جن میں ایک سر شاہنواز بھٹو تھے-یہ بھی تاریخی بات ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو خود بھی چھ ماہ تک ریاست جونا گڑھ کے قائم مقام دیوان رہے ہیں-

تقریبِ حلف برداری میں فیصل عزیز (پریزیڈنٹ بول ٹی وی)،ڈاکٹر حاجی حنیف طیب (سابق فیڈرل منسٹر آف پٹرولیم چیئرمین المصطفیٰ ویلفیئر ٹرسٹ) ، سنی تحریک کے سربراہ علامہ بلال سلیم قادری،فیروز صدیقی (چیئرمین جونا گڑھ لائرز فورم)،عبدالعزیز عرب (جنرل سیکرٹری آل پاکستان جونا گڑھ اسٹیٹ مسلم فیڈریشن)، ریحان ہاشمی (سابق رکن قومی اسمبلی)،عبدالغنی سلیمان (سینئر وائس پریزیڈنٹ آل پاکستان میمن فیڈریشن)،انجینئر اقبال قریشی (صدر روٹری کلب پاکستان) اور پارسی کمیونٹی کی نمائندگی کرتے ہوئے جناب رونی پٹیل نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا-جبکہ معین خان (نائب دیوان جونا گڑھ)، عقیل خان اے ڈی سی،عادل ابراہیم، محمود خان،طارق رنگون والا،کرنل رضوان،ڈاکٹر جاوید عزیز،پروفیسر رخسار احمد، عارف پنجوانی،زوہیب طاہر،شعیب جٹ، معروف اداکار فیروز خان و دیگر نے بھی شرکت کی-میڈیا نمائندگان کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی-تقریب کے دوران کووڈ ''ایس او پیز'' پہ مکمل عمل درآمد کیا گیا اور تقریب کو مختصر رکھا گیا-

تقریبِ حلف برداری کے بعد صاحبزادہ سلطان احمد علی نے سماجی رابطے کی ویب سائٹ ٹوئٹر پر ٹوئیٹ کیا،جس کے بعد ''#جونا گڑھ کا وزیراعظم'' اور ''#جونا گڑھ ہے پاکستان'' کے نام سے ہیش ٹیگ ٹاپ ٹرینڈ بنے رہے-

☆☆☆

RFID چِپ ٹیکنالوجی

ندیم اقبال

RFIDچِپ کیا ہے؟

آر ایف آئی ڈی (RFID) ریڈیو فریکوئینسی شناخت Radio-frequency identificationکا مخفف ہے- یہ ایک ٹیگ، لیبل یا کارڈ ہے جو ریڈیو فریکوینسی (RF) سگنلز کا استعمال کرتے ہوئے کسی ریڈر کے ساتھ ڈیٹا کا تبادلہ کر سکتا ہے- اس میں عام طور پر اندرونی اینٹینا اور ایک آئی سی سرکٹ سے جُڑا ہوتا ہے- اینٹینا ریڈیو لہروں کو پیغام بھیج اور وصول کر سکتا ہے، جبکہ ایسے ریڈیو سگنلز کو وضع کرنے اور اس کو کم کرنے کے ساتھ ساتھ ڈیٹا کو پروسیسنگ اور اسٹور کرنے کا بھی خیال رکھتا ہے- ان آلات کی آپریٹنگ فریکوئینسی تین درجوں کی ہوتی ہے جس میں کم، درمیانی اور اونچی حدود شامل ہیں- کم تعداد کی حد 30KHz سے 500KHz تک ہے، درمیانی تعداد کی حد 500KHz سے 900KHz تک ہے اور اعلیٰ تعداد کی حد 2.4MHz سے 2.5MHz تک ہے- RFID چِپ ایک بار کوڈ لیبل سے بہت مشابہت رکھتی ہے کیونکہ یہ عام طور پر اسکینر یا ریڈر کے ساتھ کام کرتا ہے، حالانکہ اس کا وسیع دائرہ کار ہے- آپ اسے تقریباً almost کسی بھی چیز کیلئے استعمال کر سکتے ہیں: کپڑے، جوتے، گاڑیاں، جانور اور حتیٰ کہ لوگ قیمتی سامان کو ٹیگ کرنے کیلئے آر ایف آئی ڈی چِپس پر یقین کرتے ہیں- آپ کے پاس پہلے سے ہی ایک ذاتی RFID Chip ہے جو آپ کے ساتھ ہر جگہ موجود ہوتی ہے یہ آپ کے کریڈٹ کارڈ میں ہے-

آر ایف آئی ڈی چِپ انسانوں میں:

آر ایف آئی ڈی چِپ کو انسانوں میں بھی انجیکٹ کیا جانے لگا ہے جس کی وجہ سے اُس شخص کو، آئی ڈی کارڈ، گاڑی کی چابی، گھر کی چابی، بینک ڈیبٹ کارڈ، کریڈٹ کارڈ اور حتیٰ کہ آفس کی چابیاں رکھنے کی محتاجی بھی ختم ہو جاتی ہے اور وہ اس معلومات کو چِپ میں محفوظ رکھ سکتا ہے- حتیٰ کہ موبائل فون کا کوڈ کھولنے کیلئے بھی RFID چِپ کا ہی استعمال کیا جا رہا ہے- پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور ڈرائیور کے لائسنس مائیکرو چِپس پر مشتمل ہیں اور اس کے لئے پاسپورٹ اسکین کرنے سے لے کر اسلحہ اسکین کرنے تک ٹرین، بس اسٹیشنوں اور ہوائی اڈوں میں RFID ریڈر سے آپ کی شناخت ہو گی- 1998ء میں آر ایف آئی ڈی مائیکرو چِپ ایمپلانٹ حاصل کرنے والا پہلا انسان برطانوی سائنس دان کیون وارو ک تھا (جسے مانیکر "کیپٹن سائبر گ" کے نام سے جانا جاتا ہے)[1]- لگ بھگ دو دہائیوں بعد، اس ٹیکنالوجی کو تجارتی طور پر دستیاب کر دیا گیا ہے اور ہزاروں افراد نے آر ایف آئی ڈی چِپ لگانے کا فیصلہ کیا ہے- مثال کے طور پر، لوگوں کے گروپس "امپلانٹ پارٹیوں" میں ملتے رہتے ہیں جو اکثر بڑی کمپنیوں کے ذریعہ منظم کیے جاتے ہیں، تاکہ وہ اپنے آپ کو چِپ

[1] https://medicalfuturist.com/rfid-implant-chip/

کی دنیا سے جوڑیں- یہ خاص طور پر سویڈن میں مشہور ہے، جہاں 4000 سے زیادہ افراد صرف ہاتھ اٹھا کر دروازے کھولنے میں فخر محسوس کرتے ہیں-

میڈیکل میں RFID چپ کا استعمال:

آپ کی طبعی تاریخ تک تیزی سے رسائی حاصل کرنے کے لئے آر ایف آئی ڈی چِپ استعمال کی جاسکتی ہے ماضی میں آپ کو کیا مرض لاحق تھا، آپ کو کس چیز سے الرجی ہے- آپ کون سے دوائی استعمال کرتے ہیں اور کوئی ایسی طبعی معلومات جو طبعی ہنگامی صورتحال میں متعلقہ ہوتی ہے، خاص طور پر جب مریض بے ہوش ہوتا ہے- یہ ایمپلانٹس خاص طور پر ذیابیطس، قلبی، بلیڈ پریشر کی بیماری میں مبتلا افراد کے لئے مفید ہیں- اس چپ میں خود مریض کی پوری طبعی تاریخ شامل نہیں ہوتی ہے، بلکہ ایک انوکھا کوڈیا نمبر ہوتا ہے جسے ڈیٹابیس سے معلومات تک رسائی حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے- اسپتالوں میں بچوں کا گھل مل جانا، بوڑھوں یا اسپتال کے مریضوں کی دیکھ بھال کی سہولیات سے بھٹکنا یا مجرموں کے لئے جیل سے فرار ہونا، بھیڑ میں بچے کھو دینا، گھر سے بھاگ جانا یا اغوا کرنا غیر معمولی بات نہیں ہے- ایک آریفائنڈی چپ کسی خوفناک واقعے کے خطرے کو نمایاں طور پر کم کر سکتی ہے-

سپر مارکیٹ میں آرایف آئی ڈی کا استعمال:

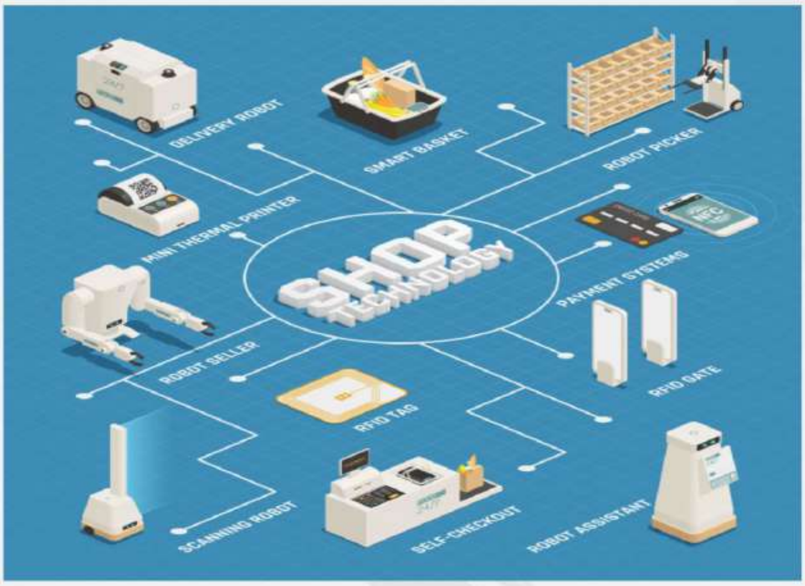

سپر مارکیٹ میں ویک اینڈ پر رش بڑھنے کی وجہ سے خریداری کے بعد کیش کاونٹر پر انتظار کرنا ایک بڑا امتحان ثابت ہوتا ہے- بہت سے ممالک نے اس چیلنج کو دور کرنے کیلئے آر ایف آئی ڈی چپ ریڈر استعمال کیا- اس میں عام طور پر ایک ٹیگ ہوتا ہے جس میں ڈیٹا منتقل کرنے اور وصول کرنے کیلئے مائیکروچپ، ریڈر اور اینٹینا منسلک ہوتا ہے- یہ اشیاء کی شناخت اور ان کے بارے میں معلومات منتقل کرنے کے لئے ریڈیو لہروں کو استعمال کرتا ہے- سپر مارکیٹوں میں RFID ٹیکنالوجی اشیا فروشوں کو انوینٹری کا نظم و نسق اور ریکارڈ محفوظ کرنے میں مدد کرتا ہے- RFID ٹیگ اسٹور ملازمین کو الرٹ کرسکتے ہیں جب شیلف خالی ہو یا جب کسی نے کسی شیلف پر غلط چیزیں رکھی ہوں- روبوٹک کیش کاونٹر ہر آئٹم پر RFID ٹیگز خریداریوں کو خود بخود اسکین کرسکتے ہیں اور خریداری کو تیز تر بناسکتے ہیں-

RFID چپ سے موٹروے چارجز:

موٹروے پاکستان کا سب سے آرام دہ راستہ ہے جسے حکومت پاکستان نے مزید محفوظ بنانے کیلئے داخلی اور خارجی راستوں پر مسافروں کو لمبی لائنوں سے بچانے کیلئے M-Tag کو متعارف کروایا ہے- جس میں موٹروے پر داخل ہوتے وقت RFID ریڈر؛ سکرین پر لگے ہوئے ایم ٹیگ کو ریڈ کر لیتا ہے اور موٹروے پر خارجی راستوں پر بھی RFID ریڈر نصب ہوتا ہے جو سکرین پر لگے ہوئے RFID ایم ٹیگ کو دوبارہ ریڈ کرتا ہے اور مقررہ فاصلہ کا بل بتادیتا ہے جسے مسافر کیش کی صورت میں یا بینک اکاونٹ کی صورت میں ادا کرتا ہے- ایم ٹیگ کے متعارف ہونے سے مسافروں کو پرچی لینے کے مسائل سے چھٹکارہ حاصل ہوا ہے اور موٹروے پر اس ٹیگ کی مدد سے گاڑی کی لوکیشن بھی آسانی سے معلوم کی جاسکتی ہے-

RFID پاسپورٹ:

آج کل پاسپورٹ میں مائیکرو چپ کا استعمال کیا جارہا ہے وہ ایک آر ایف آئی ڈی چپ (ریڈیو فریکوینسی شناخت) ہے- یہ چِپ تمام پاسپورٹ کے کور کے اندر لگائی جاتی ہے اور پاسپورٹ کے فوٹو پیج پر ملنے والی ذاتی رابطے کی معلومات کی ایک کاپی لے کر آتی ہے- غیر متعلقہ شخص پاسپورٹ کو اسکین کر کے حساس معلومات جیسا کہ ایف بی آئی فائل یا ٹیکس گوشوارے تک رسائی حاصل کرنے کے قابل نہ ہو-RFID چِپس استعمال کی جاتی ہیں تاکہ اگر کبھی پاسپورٹ چوری ہو جائے اور کوئی شخص پاسپورٹ پر تصویر یا نام تبدیل کرنے کی کوشش کرے تو کسٹم ایجنٹ پاسپورٹ اسکین کر سکتا ہے اور دیکھ سکتا ہے کہ معلومات تبدیل تو نہیں ہیں؟ جس سے جعلی سازی، پاسپورٹ اور تصویر میں تبدیلی کرنے والے لوگوں کے عزائم کو ناکام بنایا جاسکتا ہے-80 سے زیادہ ممالک میں آر ایف آئی ڈی پاسپورٹ استعمال کیے جارہے ہیں جس سے ملکی ساخت کو فائدہ حاصل ہوا ہے-

آر ایف آئی ڈی حاضری سسٹم:

آج کل، اسکولوں اور کالجوں میں حاضری کاغذ پر منحصر ہے- بعض اوقات یہ عمل غلطیوں کا سبب بنتا ہے اور زیادہ وقت لگتا ہے- آریفائڈی ٹیکنالوجی پر مبنی حاضری کا نظام بنایا گیا ہے جس میں طلباء یا ملازمین کی حاضری خود بخود کارڈ کے سوائپ کے ساتھ ریکارڈ ہو جاتی ہے جس سے کلاس یا آفس میں حاضر رہنے کا وقت بھی پتہ چل جاتا ہے-اس نظام میں ہر طالب علم اور ملازمین کو آریفائڈی ٹیگ الاٹ کیا جاتا ہے- حاضری آریفائڈی ریڈر کے قریب کارڈ رکھ کر کی جاسکتی ہے-

RFID چپ سے گھریلو پالتو جانور کی نگرانی:

آر ایف آئی ڈی چپ ایک ایسا سرکٹ ہے جو جانور کی جلد کے نیچے رکھا جاتا ہے- جانوروں کی پناہ گاہوں، ان پر قابو پانے والے افسران اور ویٹرنریرین معمول کے مطابق اپنے پالتو جانوروں کی دیکھ بھال کرنے کیلئے اور اُن کی معمول کی روٹین جانچنے کیلئے RFID چپس استعمال کرتے ہیں تاکہ مناسب وقت میں رہائش، خوراک، طبی دیکھ بھال کی جاسکے- کچھ ممالک میں حفاظتی ٹیکوں کے ریکارڈ کو مینٹین کرنے کیلئے درآمد شدہ جانوروں میں مائیکرو چپس کی ضرورت ہوتی ہے- خطرے سے دوچار جانوروں میں سی آئی ٹی ای ایس کے ذریعہ بین الاقوامی تجارت کیلئے مائیکرو چپ ٹیگنگ کی ضرورت ہوتی ہے- مثال کے طور پر، ایشیئن مچھلیوں کو ٹیگ کیا گیا جس سے اس نسل کی مچھلیوں کی درآمد محدود کی جاسکے- نیز، پرندے جو پالتو جانور کی حیثیت سے یا تجارت کے لئے بین الاقوامی سرحدوں کو عبور کر سکتے ہیں ان کو مائیکرو چپنگ کرنا ضروری ہے تاکہ ہر پرندہ الگ الگ شناخت کے قابل ہو-

☆☆☆

احکامِ شرع کا چوتھا مآخذ
قیاس
کی شرعی حیثیت واہمیت

مفتی محمد اسماعیل خان نیازی

عربی لغت میں قیاس کے لغوی معانی کسی چیز کو کسی مثال پر اندازہ کرنے کے ہیں۔[1] امام بدر الدین محمد الزرکشی (رحمۃ اللہ علیہ) (المتوفی:794ھ) اس کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"قیاس، ذوات الیاء اور ذوات الواوٗ "قَاس یَقِیْسُ قَیْساً وَقِیَاساً. قَاسَ یَقُوْسُ قَوْساً وَقِیَاساً" دونوں سے ماخوذ ہے؛ جن کے معانی "تقدیر" یعنی ایک شے کا اندازہ دوسری شے کے ذریعہ کرنے یا "تسویہ" یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے برابر کرنے کے ہیں"۔[2]

شیخ احمد بن ابو سعید المعروف ملاجیونؒ (المتوفی:1130ھ) اس کی لغوی واصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"قیاس کے لغوی معانی ہیں اندازہ کرنا اور شرعاً فرع کا اصل کے ساتھ حکم وعلت میں اندازہ کرنا ہے"۔[3]

آسان الفاظ میں ہم قیاس کی تعریف یوں کرسکتے ہیں:

"قیاس سے مراد یہ ہے کہ اشتراکِ علت کی بناء پر حکم منصوص (جن کا صریح حل قرآن وسنت میں موجود ہے) کو غیر منصوص (جن کا صریح حل قرآن وسنت میں موجود نہیں ہے) میں جاری کرنا- یا قرآن وسنت میں صراحت سے بیان کیے ہوئے حکم کو ایسی چیز میں جاری کرنا جس کا حکم صراحتاً مذکور نہیں- اس بناء پر کہ قرآن وسنت میں بیان کیے ہوئے حکم کی علت اس چیز میں بھی پائی جاتی ہے"۔

اس کی مزید وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہو جاتی ہے:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ٥"[4]

"اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور (عبادت کے لیے) نصب کیے گئے بُت اور (قسمت معلوم کرنے کے لیے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں- سو تم ان سے (کلیتاً) پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ"۔

اس آیت مبارک میں مذکورہ تعریف کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے کیونکہ اس کی رو سے شراب حرام ہے- اس کی حرمت کی علت نشہ پیدا کرنا ہے- لہٰذا یہ علت جس میں بھی پائی جائے گی اس پر شراب کا حکم نافذ ہو گا اور وہ حرام ہے- مذکورہ آیت مبارک میں خمر کی حرمت کی علت (وجہ و سبب) خمر کا نشہ آور ہونا ہے- شراب کے بارے میں تو قرآن پاک میں حکم مبارک مذکور ہے لیکن دیگر منشیات کے بارے میں حکم مذکور نہیں-

اب آیا ان دیگر منشیات کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟

مجتہد نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ دیگر منشیات میں بھی نشہ آور ہونے کی وہی علت (وجہ و سبب) پائی گئی ہے تو دیگر منشیات (چرس، افیون، بھنگ وغیرہ) اسی علت (نشہ) کی وجہ سے حرام قرار دے دی گئیں یعنی خمر (شراب) کے حرام ہونے کا حکم دیگر منشیات کی طرف متعدی ہو گیا (یہاں خمر "اصل" ہے، دیگر منشیات "فرع" اور حکم حرمت، جو اصل سے فرع کی طرف منتقل کرنے کا قیاس کیا گیا)

کیا قیاس اور اجتہاد ایک ہی چیز ہیں یا مختلف؟

اس کے بارے میں اختلاف ہے- حضرت ابو علی بن ابوہریرہ (رضی اللہ عنہما) (متوفی:345ھ) فرماتے ہیں کہ:

"إِنَّهُمَا مُتَّحِدَان" "دونوں متحد ہیں"۔

[1] (المنجد، ص:858، دارالاشاعت کراچی، پاکستان)
[2] (البحر المحیط فی اصول الفقہ للزرکشیؒ، کتاب القیاس)
[3] (اصول الشاشی، فصل فی القیاس)
[4] (المائدہ:90)

امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) (متوفی: 204ھ) "الرِّسالَۃ" میں فرماتے ہیں:

"إنَّ الْقِيَاسَ الإجتِهَادُ"

"بے شک قیاس اجتہاد ہی ہے"۔

امام بدر الدین الزرکشیؒ کے مطابق جمہور فقہاء کرام کی رائے ہے کہ:

"أَنَّ الإجتِهَادَ غَيْرُ الْقِيَاسِ، وَهُوَ أَعَمُّ مِنْهُ، لِأَنَّ الْقِيَاسَ يَفْتَقِرُ إِلَى الإجتِهَادِ وَهُوَ مِنْ مُقَدِّمَاتِهِ وَلَيْسَ الإجتِهَادُ يَفْتَقِرُ إِلَى الْقِيَاسِ"[5]

"اجتہاد قیاس کے علاوہ ہے اور اجتہاد قیاس سے اعم ہے کیونکہ قیاس، اجتہاد کا محتاج ہے اور یہ اس کے مقدمات میں سے ہے اوراجتہاد کو قیاس کی محتاجی نہیں ہے"۔

اب ذیل میں منکرین قیاس کے دلائل اور قرآن وحدیث کی روشنی میں قیاس کی حجیت کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

منکرین قیاس کے دلائل:

اگرچہ منکرین قیاس (ابن حزم (456ھ) وغیرہ) کے پاس کوئی مستند دلائل نہیں جس کو بنیاد بناکر وہ شرعی احکام کے اہم ترین ماخذ (قیاس) کا انکار کرسکیں- زیادہ تر وہ درج ذیل نصوص کو بنیاد بناکر قیاس کا انکار کرتے ہیں:

اللہ عزوجل کے فرامین مبارکہ ہیں:

1- "يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ"[6]

"اے ایمان والو! اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے تم سبقت مت کیا کرو"۔

2- "وَلَا تَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ"[7]

"اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں"۔

3- "مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ"[8]

"ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھانہ رکھا"۔

اسی طرح حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس فرمان مبارک کو انکارِ قیاس کی بنیاد بناتے ہیں:

4- "ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَ إِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ"[9]

"جن چیزوں کا بیان میں چھوڑ دیا کروں تم ان کا سوال مت کیا کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ وہ انبیاء کرام (علیہم السلام) سے بکثرت سوال کیا کرتے تھے- لہٰذا جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو بقدرِ استطاعت عمل کیا کرو اور جب میں کسی چیز سے روک دوں تو اس کو چھوڑ دیا کرو"۔

مذکورہ بالا روایات کا بنظرِ عمیق مطالعہ کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ ان میں کہیں بھی قیاس کا انکار نہیں بلکہ یہ حکم مبارک ہے قرآن وسنت سے تجاوز نہ کرو؛ قیاس کیا بھی اس لیے جاتاہے تاکہ کوئی بھی حکم قرآن پاک اور سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متصادم نہ ہو- فی زمانہ افیون و بھنگ کی طرح دیگر نشہ آور اشیاء (آئس وغیرہ) کا حرام ہونا، اسی طرح جوار، چاول اور حدیث مبارک میں مذکورہ اجناس کے علاوہ دیگر اجناس میں سود کا ثبوت، اسی طرح ایک تحقیق کے مطابق بھینس کا حلال اوراس میں زکوٰۃ کا ثبوت، کاذریعہ قیاس ہی ہے- مزید درج ذیل روایات سے بھی قیاس کی اہمیت وحجیت ان شاءاللہ مزید واضح ہوجائے گی-

قرآن پاک کی روشنی میں حجیتِ قیاس:

1- "وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ"[10]

"اور اگر اس میں رسول مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے توضرور ان سے اُس کی حقیقت جان لیتے یہ جوبات میں کاوش کرتے ہیں"۔

اس آیت مبارک کے تحت محقق عصر علامہ غلام رسول سعیدی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ:

"اس آیت میں استنباط کا لفظ ہے، استنباط کا معانی ہے کسی چیز سے کسی چیز کو نکالنا اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ عالم اپنی عقل اور علم سے کسی خبر میں غور و فکر کرکے اس سے صحیح نتیجہ نکالے، قرآن وحدیث میں غور وفکر کرکے ان سے احکام شرعیہ اخذ کرنے کو بھی استنباط کہتے ہیں"۔

مزید فرماتے ہیں کہ:

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ شریعت میں قیاس بھی حجت اور دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ واجب کیاہے کہ خبر کے

---

[5] (البحر المحیط فی اصول الفقہ للزرکشیؒ، کتاب القیاس)

[6] (الحجرات:1)

[7] (الاسراء:36)

[8] (الانعام:38)

[9] (صحیح مسلم، کتاب الحج)

[10] (النساء:83)

ظاہر پہ عمل نہ کیا جائے بلکہ غور و فکر کر کے اس خبر سے صحیح نتیجہ اخذ کیا جائے-اس سے معلوم ہوا کہ بعض احکام ظاہر نص سے معلوم نہیں ہوتے بلکہ ظاہر نص سے جو حکم مستنبط کیا جائے اس پہ عمل کرنا واجب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو نئے نئے مسائل پیش آتے ہیں ان میں عوام پر واجب ہے کہ وہ علماء کی تقلید کریں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم (ﷺ) مسائل شرعیہ میں استنباط کرتے ہیں، اللہ کے رسول (ﷺ) کے بعد پیش آمدہ واقعات اور مسائل حاضرہ میں اصحابِ علم کو قرآن و احادیث سے استنباط اور اجتہاد کرنا چاہیئے"-[11]

2-"فَاعْتَبِرُوْا يٰأُولِي الْاَبْصَارِ"[12]

"تو عبرت لو اے نگاہ والو"-

مذکورہ بالا آیت مبارک کے تحت ہی مفتیء بغداد علامہ محمود آلوسی (رحمۃ اللہ علیہ) (متوفی:1270ھ) فرماتے ہیں:

"واشتهر الاستدلال بهذه الجملة على مشروعية العمل بالقياس الشرعي، قالوا: لأنه تعالى أمر فيها بالاعتبار، وهو العبور والانتقال من الشيء إلى غيره، وذلك متحقق في القياس، إذ فيه نقل الحكم من الأصل إلى الفرع..."[13]

"اس آیت سے قیاس شرعی پر عمل کرنے کا استدلال مشہور ہو گیا ہے علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر اعتبار کا حکم دیا ہے اور وہ ایک چیز کے منتقل ہونے کا نام ہے اور یہی قیاس شریعت میں معتبر ہے اس لیے کہ اس کے اندر بھی حکم اصل سے فرع کی طرف منتقل ہوتا ہے"-

امام شہاب الدین الخفاجی (رحمۃ اللہ علیہ) (متوفی:1069ھ) فرماتے ہیں:

"فإنا أمرنا بالاعتبار، والاعتبار ردّ الشيء إلى نظيره بأن يحكم عليه بحكمه"[14]

"کیونکہ ہمیں 'اعتبار' کا حکم دیا گیا ہے اور اعتبار ہوتا ہے کسی شئے کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا تاکہ اس پر اس کے حکم جیسا حکم لگایا جاسکے"-

3-فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ..."[15]

"پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ و رسول (ﷺ) کے حضور رجوع کرو---"-

اس آیت مبارک کی تفسیر میں علامہ غلام رسول سعیدی (رحمۃ اللہ علیہ) رقمطراز ہیں کہ:

"اس سے مراد قیاس ہے یعنی جس مسئلہ کی کتاب اور سنت میں صاف تصریح نہ ہو اس کی اصل کتاب اللہ اور سنت رسول (ﷺ) سے نکال کر اس کو کتاب اور سنت کی طرف لوٹا دو اور اس پر وہی حکم جاری کرو"-[16]

4-فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"[17]

"تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں"-

مفسر قرآن علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی (رحمۃ اللہ علیہ) مذکورہ بالا آیت مبارک کے تحت منکرینِ قیاس کے ردّ میں فرماتے ہیں کہ:

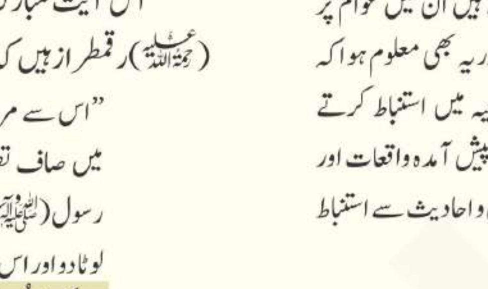

"قیاس مسائل شرعیہ پر کیا جاتا ہے نیز منکرینِ قیاس کس دلیل سے اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں جبکہ فقہ کے مسائل جیسا کہ طلاق معلق جیسے مسئلے پر کوئی آیت قرآنی یا حدیث مبارک ثبوت کے طور پہ نہیں ہے-نیز فرماتے ہیں کہ صاحبِ تفسیر کبیر نے "منکرینِ قیاس کے رد میں" جواب دیا ہے کہ "منکرینِ قیاس کی پیش کردہ دلیل" ان کا وہم ہے قیاس تو اجماعِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے ثابت ہے نیز حضور نبی کریم (ﷺ) نے قیاس کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے"-[18]

5-"إِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ"[19]

"عیسیٰ کی کہاوت اللہ عزوجل کے نزدیک آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے"-

"اس آیت مبارک میں سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کی خلق و پیدائش کو حضرت آدم (علیہ السلام) کے وجود و نشاۃ پر قیاس کیا گیا ہے دونوں کے مابین علت جامعہ کمالِ قدرت کے علاوہ دونوں پیغمبروں کا بغیر باپ کے ہونا ہے"-[20]

[11] (تبیان القرآن، زیر آیت، النساء:83)
[12] (الحشر:2)
[13] (تفسیر روح المعانی، ج:15، ص:59)
[14] (حَاشِيَةُ الشِّهَابِ عَلَى تفسيرِ البيضَاوِي)
[15] (النساء:59)
[16] (تبیان القرآن، زیر آیت، النساء:59)
[17] (النحل:43)
[18] (تفسیر نعیمی، زیر آیت، النحل:43)
[19] (آل عمران:59)
[20] (مقدمہ اعلام السنن، ج:2، ص:79)

سنتِ نبوی (ﷺ) کی روشنی میں حجیتِ قیاس:

1-نورِ مجسم، شفیعِ معظم سیدنا رسول اللہ (ﷺ) نے جب حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) کو یمن میں امیر بنا کر بھیجا تو آپ (ﷺ) نے حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) کو اپنی زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرمایا:

"جب تم کو کوئی فیصلہ درپیش ہو تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ آپ (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی (سب سے پہلے) کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا- آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اگر تم کو کتاب اللہ سے نہ ملے؟ عرض کی، تو سنت رسول اللہ (ﷺ) سے- حضور نبی رحمت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اگر سنتِ رسول (ﷺ) میں نہ ملے اور نہ کتاب اللہ میں ملے (تو کیسے فیصلہ کرو گے)؟ آپ (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی، پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی گنجائش نہیں چھوڑوں گا-(یہ سن کر) آپ (ﷺ) نے آپ کے سینہ پہ دستِ اقدس رکھا اور ارشاد فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللهِ لِمَا يُرْضِي رَسُوْلَ اللهِ"

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کے قاصد کو اس بات کی توفیق عطا فرمائی جو بات رسول اللہ (ﷺ) کو خوش کرتی ہے"-[21]

یہ حدیث مبارک بالکل واضح انداز میں قیاس کی حجیت پہ دلالت کرتی ہے- کئی ائمہ دین نے اس حدیث مبارک سے قیاس کی حجیت پہ استدلال کیا ہے-

2- حضور نبی رحمت (ﷺ) نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہما) کو یمن کی طرف (الگ الگ علاقوں کا قاضی و گورنر بنا کر) روانہ کیا تو ارشاد فرمایا: تم دونوں (وہاں پیش آمدہ مسائل) کے فیصلے کیسے کرو گے؟ انہوں نے عرض کی (یارسول اللہ (ﷺ)):

"جب ہم سنت مبارک میں حکم نہیں پائیں گے تو ایک معاملہ کو دوسرے معاملہ پر قیاس کریں گے اور جو فیصلہ حق سے زیادہ قریب ہو گا، اسی پر عمل کریں گے- یہ سن کر حضور نبی رحمت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"أَصَبْتُمَا" "تم دونوں کی رائے درست ہے"-[22]

3: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"التَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ، أَوِ اسْتَزَادَ، فَقَدْ أَرْبَى، إِلَّا مَا اخْتَلَفَتْ أَلْوَانُهُ"[23]

"کھجور کے بدلے میں کھجور، گندم کے بدلے میں گندم، جو کے بدلے میں جو اور نمک کے بدلے میں نمک برابر اور نقد بہ نقد (فروخت کرو) جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اس نے سودی کاروبار کیا الّا یہ کہ اقسام بدل جائیں"-

اس حدیث مبارک اور اس جیسا مفہوم رکھنے والی کئی احادیث مبارکہ کے ضمن میں اگرچہ طویل مباحث درج ہیں اور اکثر علماء کرام نے انہی احادیث مبارکہ کی بناء پہ انہی اشیاء (کھجور، گندم، جو، نمک وغیرہ) پہ قیاس کرتے ہوئے کرنسی، جوار، باجرہ، چاول اور دیگر کئی اجناس کے سود کے احکام کا استنباط کیا ہے-

4-اسی طرح حضور نبی کریم (ﷺ) کے دیگر کئی اقوال و افعال مبارکہ سے ہمیں قیاس کی طرف رہنمائی ملتی ہے جیسا کہ سورِ ہرہ (بلی کے جوٹھے) کے بارے میں آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ، إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ"[24]

"بے شک بلی کا جوٹھا ناپاک نہیں کیونکہ وہ ان طواف کرنے والے جانوروں میں سے ہے جو تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں"-

ہمارے علماءِ احناف نے طواف کی علت کی وجہ سے گھر میں رہنے والے جانوروں چوہے، سانپ کو بلی پہ قیاس کیا (اور ان کے جوٹھے پانی کو نجس قرار نہیں دیا)-[25]

5- حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) روایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب (ﷺ) میں عرض کی:

---

[21] (سنن ابی داؤد، کتاب الْأَقْضِيَة)

[22] (الحصول للرازی، کتاب: الکلام فی القیاس)

[23] (صحیح مسلم، باب الصَّرْفِ وَبَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ نَقْدًا)

[24] (سنن النسائی، باب: سؤرُ الْهِرَّةِ)

[25] (اصول الشاشی، فصل القیاس الشرعی)

"یارسول اللہ (ﷺ)! میرا والد وفات پا گیا اور اس نے حج ادا نہیں کیا- کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ تو آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارے والد پہ قرض ہوتا تو تم ادا کرتے؟ اس نے عرض کی: ہاں! آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ"[26]

"اللہ عزوجل کا قرض اس بات کا زیادہ حق دار ہے (کہ اس کو ادا کیا جائے)"-

اسی حدیث مبارک کی بنیاد پر نظام الدین شاشی (رحمۃ اللہ علیہ) نے قیاس پہ استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں:

"أَلْحَقَ رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ الْحج فِي حق الشَّيْخ الفانی بالحقوق الْمَالِيَّة وَأَشَارَ الى عِلّة مُؤثرة فِي الْجَوَاز وَهِي (الْقَضَاء) وَهَذَا هُوَ الْقِيَاس"[27]

"رسول اللہ (ﷺ) نے شیخ فانی کے حق میں حج کو حقوق مالیہ کے ساتھ ملایا ہے اور جواز میں ایک علت مؤثرہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ اس کی قضاء ہے اور یہی وہ قیاس ہے"-

6- حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهٗ"

"جو شخص خوراک خریدے اور وہ اس کو اس وقت تک نہ بیچے، جب تک کہ وصول نہ کر لے"-

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں:

"وَأَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ مِثْلَهٗ"[28]

"میری رائے میں ہر چیز کا حکم طعام کی طرح ہے"-

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ خوراک (غلہ وغیرہ) خرید کر قبضہ سے پہلے اس کو آگے بیچنا جائز نہیں ہے- اس کی علت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ خریدے ہوئے غلے پر قبضہ نہیں ہے؛ تو اب اس پہ قیاس کرتے ہوئے اگر غلہ کے علاوہ کوئی اور چیز خریدی گئی تو خریدنے کے بعد جب تک ان کو وصول نہ کیا جائے، آگے بیچنا جائز نہیں ہے- جیسا کہ سیدنا عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کا فرمان مبارک اسی چیز کی طرف ہماری رہنمائی فرماتا ہے-

7- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب (ﷺ) میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی:

"یارسول اللہ (ﷺ) میرے ہاں سیاہ رنگ کے بچے نے جنم لیا ہے (حالانکہ ہماری رنگت سیاہ نہیں ہے) تو حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ان کے رنگ کون کون سے ہیں؟ عرض کی: سرخ- آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ان اونٹوں میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: (اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے) وہ کہاں سے آ گیا؟ اس نے جواب دیا کہ ممکن ہے وہ کسی رگ کے فساد کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو- پھر آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"فَلَعَلَّ ابْنَكَ هٰذَا نَزَعَهٗ"[29]

"وہی رگ کا فساد یہاں بھی پایا جا سکتا ہے"-

اس روایت میں سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے نوزائیدہ بچے کے سیاہ رنگ کو اونٹ کے خاکستری ہونے پر قیاس فرمایا اور یوں اپنے غلام کو سمجھا دیا کہ وہ اپنی بیوی پر بدگمانی مت کرے-

مندرجہ بالا روایات اس بات کی طرف واضح طور پر نشاندہی کر رہی ہیں کہ حضور رسالت مآب (ﷺ) نے اپنی حیات مبارک میں خود قیاس فرما کر امت کے مجتہدین کے لیے قیاس سے کام لینے کی راہنمائی عطا فرمائی ہے-

اقوالِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی روشنی میں حجیتِ قیاس:

1: حضرت عبد اللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس نے ایک عورت سے شادی کی اور اس کا مہر مقرر نہیں کیا اور خلوت سے پہلے اس کا شوہر فوت

[26] (سنن النسائی، باب: تَشْبِيهُ قَضَاءِ الْحَجِّ بِقَضَاءِ الدَّيْنِ)

[27] (اصول الشاشی، الْبحث الرَّابع فصل فِي الْقِيَاس)

[28] (سنن الترمذی، أَبْوَابُ الْبُيُوعِ عَنْ رَسُولِ اللهِ (ﷺ))

[29] (صحیح بخاری، کتاب الطلاق)

ہو گیا (تو کیا اس پر پورا مہر آئے گا یا آدھا)؟ آپ (رضی اللہ عنہ) نے ایک ماہ تک توقف فرمایا اور پھر فرمایا:

"أجتهد فيه برأيي فإن كان صوابا فمن الله وإن كان خطأ فمن ابن أم عبد فقال أرى لها مهر مثل نسائها لا وكس فيها ولا شطط"

"میں اس میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اگر درست ہو تو من جانب اللہ ہے اور اگر خطاء ہوئی تو ابن ام عبد کی طرف سے ہے یہ کہ کر ارشاد فرمایا: اس کو مہر مثل ملے گا اس میں کمی اور نقصان نہیں ہو گا"-

2-حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) کی طرف مشہور حکمنامہ تحریری طور پہ بھیجا کہ:

"اعرف الأمثال والأشباه وقس الأمور عند ذلك"[30]

"اشباہ و نظائر کو پہچانئے اور امور میں اپنی رائے کے ساتھ قیاس کیجیے"-

حضرت شعبی (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے کلالہ "جس کے نہ والدین ہوں نہ اولاد" کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا:

"إِنِّي سَأَقُولُ فِيهَا بِرَأْيِي، فَإِنْ كَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللهِ، وَإِنْ كَانَ خَطَأً فَمِنِّي وَمِنَ الشَّيْطَانِ: أُرَاهُ مَا خَلَا الْوَالِدَ وَالْوَلَدَ فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عُمَرُ، قَالَ: إِنِّي لَأَسْتَحْيِي اللهَ أَنْ أَرُدَّ شَيْئًا قَالَهُ أَبُو بَكْرٍ"[31]

"عنقریب میں اپنی رائے (قیاس) سے اس کے بارے میں بتاتا ہوں اگر وہ صحیح ہے تو وہ اللہ کی طرف سے اور اگر غلط ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے سمجھو کہ کلالہ سے اولاد، باپ کے علاوہ (رشتہ دار مراد) ہیں- پس جب پھر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) مسند خلافت پہ فائز ہوئے تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا: بے شک میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہوں کہ میں اس چیز کو بدلوں جس کو حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہو"-

3- امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت ثَوْرِ بْنِ زَيْدِ الدِّيلِيِّ (رضی اللہ عنہ) سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) اپنے دور خلافت میں شراب پینے کی سزا کے بارے میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے مشورہ فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا:

"نَرَى أَنْ تَجْلِدَهُ ثَمَانِينَ فَإِنَّهُ إِذَا شَرِبَ سَكِرَ، وَإِذَا سَكِرَ هَذَى، وَإِذَا هَذَى افْتَرَى. أَوْ كَمَا قَالَ: فَجَلَدَ عُمَرُ فِي الْخَمْرِ ثَمَانِينَ"[32]

"ہماری رائے یہ ہے کہ شرابی کو اسی کوڑے مارے جائیں کیونکہ جب وہ شراب پیتا ہے تو بدمست ہو جاتا ہے اور جب بدمست ہو جاتا ہے تو وہ ہذیان بکتا ہے اور جب ہذیان بکتا ہے تو بہتان لگاتا ہے- چنانچہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے حکم جاری کیا کہ شراب پینے والے کو اسی کوڑے مارے جائیں"-

غور فرمائیں! حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) نے اپنی رائے مبارک میں قیاس فرمایا کہ شراب پینے والے کی عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور وہ نشہ کی حالت میں خواہ مخواہ کسی پر الزام لگاتا پھرتا ہے اور زیادہ تر شرابی اپنے نشے کی حالت میں اول فول بکتے ہیں اور دوسروں پر الزام لگاتے ہیں اور چونکہ حکم کا انحصار اَغلب پر ہوتا ہے- اس لئے ہر شرابی کے لئے یہ ایک ہی سزا مقرر ہو گئی خواہ نشہ کی حالت میں اول فول بکے یا نہ بکے اور کسی پر الزام لگائے یا نہ لگائے بہر حال حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کی اس رائے کو تسلیم فرمایا اور شراب پینے کی سزا 80 کوڑے متعیّن فرمائی جس پر تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے اس قیاس پہ اجماع واتفاق کیا-

4-جب حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کی بات چلی تو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے قیاس کے طریق پہ عمل پیرا ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"رَضِيَهُ رسول الله (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لِدِينِنَا أَفَلَا نَرْضَاهُ لِدُنْيَانَا؟"[33]

"جس شخصیت کا انتخاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمارے دین (نماز) کیلیے فرمایا ہے تو کیا ہم اس پہ اپنی دنیا (خلافت) کے لیے راضی نہیں ہوں گے؟"

ارکانِ قیاس اور صحتِ قیاس کیلیے شرائط:

علماء کرام نے قیاس کے چار ارکان کا تعین کیا ہے:

1. "مقیس": جس کو کسی دوسرے پر قیاس کیا جا رہا ہو یعنی وہ مسئلہ جس کا حکم معلوم کرنا ہو اور یہ فرع بھی کہلاتا ہے-
2. "مقیس علیہ": یعنی وہ مسئلہ جس پر فرع کو قیاس کیا جا رہا ہو، اس کو اصل بھی کہتے ہیں-
3. "علت" وہ وجہ اور سبب جو اصل اور فرع یعنی مقیس اور مقیس علیہ میں مشترک ہے-
4. وہ حکم جو اصل یعنی مقیس علیہ کے لیے ثابت ہو-

[30] (اصول السرخسی)

[31] (سنن الدارمی، باب الکلالہ)

[32] (مؤطا امام مالک، کتاب الأشربة)

[33] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ)

جہاں تک اس کی شرائط کا تعلق ہے تو علامہ نظام الدین شاشی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کی پانچ شرائط بیان فرمائی ہیں:

1. قیاس نص کے مقابلے میں نہ ہو
2. قیاس احکام نص میں سے کسی حکم کے متغیر کرنے کو متضمن نہ ہو
3. متعدی (اصل سے فرع کی طرف) ہونے والا حکم ایسا نہ ہو کہ جس کے معانی معقول نہ ہوں
4. تعلیل (علت کا استخراج) حکم شرعی کیلیے ہو نہ کہ امر لغوی کیلیے
5. فرع منصوص علیہ نہ ہو۔[34]

حرفِ آخر:

قیاس شرعی احکام کا چوتھا ماخذ ہے جس کو اپنائے بغیر کئی معاشرتی مسائل کا حل بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔اس لیے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دورِ مبارک اور تقریباً ہر دور میں جید علماء کرام نے پیش آنے والے کئی مسائل کا قیاس سے استنباط کیا۔اس دور میں مستعمل جدید ہتھیار کے استعمال کو حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دور مبارک میں مستعمل ہتھیاروں پہ قیاس کر کے جواز پیدا کیا گیا ہے اسی طرح دیگر احکام کی طرح بھینس کے حلال ہونے اور اس کی زکوٰۃ کو گائے پہ قیاس کر کے اس پہ اجماع مرتب کیا گیا ہے۔

قیاس انسان کی ایک فطرت ہے۔کوئی فطرت سلیمہ رکھنے والا عقلمند شخص قیاس کا انکار نہیں کر سکتا ہے۔روز مرہ کے بے شمار واقعات ہیں، ہر انسان ایک واقعہ کو دیکھ کر اس سے ملتے جلتے واقعات کا حکم سیکھتا ہے۔حتیٰ کہ بچے تک قیاس سے واقف ہیں۔مثلاً کلاس میں استاد صاحب ایک بچے کو کسی غلطی پر ڈانٹتے ہیں تو اس کو دیکھ کر دوسرے بچے بھی سنبھل جاتے ہیں کہ یہی غلطی ہم سے ہوئی تو ہمیں بھی ڈانٹ پڑے گی۔یہ قیاس نہیں تو اور کیا ہے؟

مزید اس کے حق میں عقلی دلیل یہ ہے کہ زمان و مکان کی تبدیلی سے نئے مسائل ظہور پذیر ہوتے ہیں اگر ان کے احکام معلوم کرنے کے لیے کتاب و سنت کی نصوص پر قیاس نہ کریں تو وہ بغیر حکم شرعی کے باقی رہ جائیں گے اور یہ باطل ہے کیونکہ شریعت مقدسہ عام ہے اور تمام پیش آمدہ مسائل کو شامل ہے ہر واقعہ کے لیے شریعت میں حکم موجود ہے۔مجتہدین پر لازم ہے کہ وہ استنباط کے قواعد معروفہ کے موافق استنباط کریں اور اجتہاد کرنے والے کے لیے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی زبان گوہر فشاں سے اجر کا اعلان فرمایا ہے۔جیسا کہ روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ"[35]

"حاکم جب اجتہاد سے صحیح فیصلہ کرتا ہے تو اس کو دہرا اجر ملتا ہے اور اگر غلط فیصلہ کرتا ہے تو ایک اجر ملتا ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیاس ایک فطری چیز ہے۔زندگی میں پیش آنے والے بے شمار مسائل ایسے ہیں جن کا حکم فقہائے امت نے قیاس کے ذریعے معلوم کیا ہے اور ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔اگر قیاس کو بطور دلیل شرعی تسلیم نہ کیا جائے تو ان مسائل میں عمل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔کیونکہ ان مسائل کا حکم قرآن وسنت میں صراحتاً مذکور نہیں ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ قیاس کا انکار کرنے سے دین میں تعطل پیدا ہوتا ہے۔یہ مسلمہ بات ہے کہ

دین ایک کامل ضابطہ حیات ہے؛ اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ تمام مسائل کا حکم صراحتاً قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہے۔اب یہ بات کہ "دین کامل ضابطۂ حیات ہے" اسی وقت درست ہو سکتی ہے جبکہ قیاس سے مسائل کا حکم معلوم کرنے کو تسلیم کرلیا جائے۔ورنہ جن مسائل کا حکم قرآن وسنت میں صراحتاً مذکور نہیں اور قیاس کے ذریعے ان کا حکم معلوم کرنا بھی درست نہ ہو تو ان مسائل کے سلسلے میں دین کی کوئی رہنمائی نہ رہے گی اور پھر اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات کیونکر رہ سکے گا۔

اب جب کہ زیست کا لحظہ لحظہ دگرگوں ہے اور دنیا میں آئے روز نت نئی ایجادات ہو رہی ہیں اور تبدیلیاں جنم لے رہی ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ آنے والے مسائل کا ادراک کیا جائے اور عوام الناس کے سامنے قرآن وسنت کی روشنی میں ان کے جواز یا عدم جواز کا حکم رکھا جائے تاکہ ہر مسلمان چاہے دنیا کے کسی گوشہ یا افلاک کی بلندیوں اور تحت الثریٰ کی پستیوں میں ہو اس کی نگاہ کتاب اللہ اور اس کے محبوب کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فرامین کی طرف ہو۔

☆☆☆

[34](اصول الشاشی، فصل شروط صحۃ القیاس خمسۃ)

[35](صحیح مسلم، کتاب الحدود)

امام الرجال والعلل

امام علی بن المدینی السعدی علیہ رحمۃ اللہ

مفتی محمد صدیق خان قادری

تعارف:

آپ کا نام علی، کنیت ابو الحسن ہے اور نسب نامہ کچھ اس طرح ہے علی بن عبد اللہ بن جعفر بن نجیح- آپ کا خاندان قبیلہ بنو سعد کے ایک شخص عروہ بن عطیہ السعدی کا غلام تھا اس لئے اس کی طرف ولاء کی نسبت ہونے کی وجہ سے آپ کو السعدی بھی کہا جاتا ہے- آپ کا آبائی وطن مدینہ منورہ ہے اس نسبت سے آپ المدینی کے نام سے مشہور ہیں-بعد میں آپ کا خاندان مدینہ سے ہجرت کر کے بصرہ میں آباد ہو گیا تھا اور یہیں 161ھ میں آپ کی ولادت ہوئی-[1] اسی بصرہ میں آپ کی نشوونما ہوئی اور ابتدائی تعلیم کا آغاز ہوا آپ کا شمار زمرہ تبع تابعین کے مشہور محدثین میں ہوتا ہے-

تحصیل علم:

امام علی بن مدینی کی ابتدائی تعلیم کا آغاز آپ کے خاندان سے ہوا کیونکہ ان کے والد اور دادا دونوں صاحب علم و فضل تھے- آپ کے والد کے بارے امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

"ابوہ محدث مشہور"[2] "ان کے والد مشہور محدث تھے"-

اس لئے تعلیم و تربیت کا آغاز انہی کی زیر نگرانی ہوا اور اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اختتام تعلیم سے پہلے ہی ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا اس لئے جب آپ نے سماع حدیث کے لئے یمن کا سفر اختیار کیا تو اس وقت کے اخراجات کی ساری ذمہ داری ان کی والدہ کے سپرد تھی-کیونکہ آپ کو علم حدیث میں خصوصی لگاؤ تھا اور یہ علم بطور وراثت بھی آپ کے حصے میں آیا تھا تو مزید سماعِ حدیث اور تحصیل علم کے لئے آپ نے مختلف منبعِ علم کے شہروں کا سفر اختیار کیا جس میں مکہ، مدینہ، بغداد، کوفہ قابل ذکر ہیں-خاص طور پر یمن میں سماعِ حدیث کے لئے تین سال مقیم رہے-

جب آپ نے یمن کا سفر اختیار فرمایا تو اپنے حفظ و سماع سے حدیث کا اچھا خاصا ذخیرہ اپنے پاس جمع کر چکے تھے- خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں ان کا قول نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک مسند تصنیف فرمائی جب میں یمن جانے لگا تو اس کو حفاظت کے طور پر ایک صندوق میں بند کر گیا تو جب تین برس بعد واپس لوٹا تو یہ سارا ذخیرہ مٹی کا ڈھیر ہو چکا تھا-[3]

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں یمن میں تحصیل علم کے سلسلے میں قیام پذیر تھا تو میری والدہ گھر میں تنہا تھیں انہوں نے بڑی تنگ دستی اور مشکلات کا سامنا کیا- یہاں تک کہ میرے بعض دوستوں نے میری والدہ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنی مشکلات کے بارے میں اپنے بیٹے کو آگاہ کریں تو میری والدہ نے نہ صرف میری تعلیم میں خلل ڈالنے کو ناپسند کیا بلکہ اس قسم کا مشورہ دینے والوں کو میرا دشمن سمجھا-[4]

اساتذہ:

آپ کو جن نامور آئمہ فن سے اکتساب علم کا موقع ملا ان میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں:

[1] (تاریخ الثقات، جز:1، ص:350)
[2] (سیر الاعلام النبلاء، جز:9، ص:104)
[3] (تاریخ بغداد، جز:13، ص:421)
[4] (ایضاً)

"حماد بن زید، جعفر بن سلیمان، عبد العزیز الدراوردی، معتمر بن سلیمان، ہشیم بن بشیر، سفیان بن عیینہ، جریر بن عبد الحمید، ولید بن مسلم، بشر بن مفضل، یحیٰ بن سعید القطان، عبد الرحمٰن بن مہدی، یزید بن زریع، ابن علیہ، خالد بن حارث، معاذ بن معاذ، عبد الوہاب الثقفی، حرمی بن عمارہ، ابو داؤد طیالسی، ہشام بن یوسف، عبد الرزاق بن ہمام، اسی طرح انہوں نے اپنے والد محترم اور اپنے دادا جعفر بن نجیح سے بھی حدیث کا سماع کیا ہے"۔[5]

تلامذہ:

جن حضرات کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہوا ہے ان میں بڑے نامور محدثین کا ذکر ملتا ہے، عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کیا حسین زمانہ انہیں نصیب تھا۔ امام علی بن المدینی کے چند تلامذہ کے اسماگرامی درج ذیل ہیں:

"امام احمد بن حنبل، محمد بن اسماعیل البخاری، ابو حاتم رازی، حسن بن محمد زعفرانی، احمد بن منصور رمادی، اسماعیل بن اسحاق، ابو قلابہ رقاشی، محمد بن یحیٰ الذھلی، ابو یحیٰ صاعقۃ، فضل بن سہل الاعرج، محمد بن اسحاق صاغانی، علی بن احمد، ابو شعیب حرانی، محمد بن احمد بن البراء، ابو علی عمری"۔[6]

علم وفضل اور آئمہ کرام کی آراء:

امام علی بن المدینی متبحر علماء و محدثین اور آئمہ فن سے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کو علمی دنیا میں، الحافظ، امام اہل الحدیث، قائد علم الرجال و العلل، الواسع المعرفۃ جیسے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے وقت کے محدثین میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے آپ کے علم و فضل کا چرچا ہر طرف تھا اس لئے بڑے بڑے نامور علماء اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سماعِ حدیث کرتے اس لئے آئمہ فن نے نہ صرف آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا بلکہ مختلف انداز میں ان کی علمی شان کا تذکرہ بھی کیا ہے جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تبحر علمی جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا تھا۔

امام نسائیؒ آپ کی ثقاہت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"ثقۃ مامون احد الائمۃ فی الحدیث"[7]

"وہ ثقہ، مامون اور آئمہ حدیث میں سے ایک تھے"۔

ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں:

"قال ابوزرعہ لایرتاب فی صدقہ"[8]

"ابوزرعہ نے فرمایا کہ امام علی مدینی کے صدق میں شک نہ کیا جائے"۔

امام عبد الرحمٰن بن مہدی ان کی علمی شان کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"ابن المدینی اعلم الناس بحدیث رسول اللہ (ﷺ) وخاصۃ بحدیث ابن عیینہ"[9]

"امام ابن المدینی لوگوں میں سے حدیث رسول کے زیادہ عالم تھے اور خاص طور پر وہ سفیان بن عیینہ سے روایت کردہ حدیثوں کے سب سے زیادہ عالم تھے"۔

امام داؤدؒ سے پوچھا گیا:

"احمد اعلم امر علی قال علی اعلم باختلاف الحدیث من احمد"[10]

"کیا امام احمد بن حنبل زیادہ عالم ہیں یا علی تو انہوں نے جواب ارشاد فرمایا کہ علی بن مدینی اختلاف حدیث کے اعتبار سے امام احمد سے زیادہ عالم ہیں"۔

آپ علم حدیث کے باب میں اس مقام پر فائز تھے کہ معرفت حدیث اور علل میں علامت کے طور پر سمجھے جاتے تھے اس لئے امام ابو حاتم علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

[5](ایضاً)
[6](ایضاً)
[7](تہذیب التہذیب، جز:7، ص:356)
[8](الجرح والتعدیل، جز:1، ص:320)
[9](تہذیب الاسماء واللغات، جز:1، ص:320)
[10](تاریخ الاسلام، جز:17، ص:278)

"كان ابن المديني علما في الناس في معرفة الحديث والعلل وما سمعت احمد سماه قط انما كان يكنيه تبجيلا له"[11]

"علی بن مدینی لوگوں میں معرفتِ حدیث اور علل کے باب میں نشانی تھے میں نے امام احمد کو کبھی بھی ان کا نام لیتا ہوا نہیں سنا وہ ان کی عزت و احترام کی خاطر ان کو کنیت سے یاد کرتے تھے"۔

علامہ عبد الغنی بن سعید المصری آپ کے علمی مقام و مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"احسن الناس كلاما على حديث رسول الله (ﷺ) ثلاثه علي بن مديني في وقته، وموسى بن هارون في وقته والدار قطني في وقته"[12]

"حدیث رسول پر لوگوں میں سے احسن کلام تین حضرات کا ہے ایک علی بن مدینی کا اپنے وقت میں دوسرا موسیٰ بن ہارون کا اپنے وقت میں اور تیسرا امام دار قطنی کا اپنے وقت میں"۔

علامہ اعین فرماتے ہیں:

"رأيت ابن المديني مستلقيا و احمد بن حنبل عن يمينه، ويحيى بن معين عن يساره وهو يملي عليهما"[13]

"میں نے ابن المدینی کو دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے تھے امام احمد بن حنبل ان کے دائیں طرف تھے اور یحیٰ بن معین ان کے بائیں طرف تھے اور امام صاحب ان دونوں کو احادیث مبارکہ لکھوا رہے تھے"۔

ابو قدامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ:

"میں نے علی بن مدینی سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ثریا کو پکڑا ہے تو ابو قدامہ نے کہا کہ اللہ نے آپ کے خواب کو سچا کر دیکھایا کہ آپ حدیث میں اس مرتبہ پر پہنچے ہیں جہاں کوئی بڑا بھی نہیں پہنچ سکا"۔[14]

امام صاحب واقعی علم حدیث کے باب میں اس نمایاں مقام پر تھے کہ امام نسائی فرماتے ہیں:

"كان الله خلق علي بن المديني لهذا الشان"[15]

"گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم حدیث کے لئے ہی پیدا کیا تھا"۔

آپ کی یہ علمی شان تھی کہ آپ جہاں جاتے وہاں باطل عقائد کا قلع قمع ہو جاتا اور سنت زندہ ہو جاتی تھی اسی لئے امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں:

"كان علي بن المديني اذا قدم علينا اظهر السنة واذا ذهب الى البصرة اظهر التشيع"[16]

"امام علی بن مدینی اس شان کے مالک تھے کہ جب وہ ہمارے پاس آئے تو سنت زندہ ہو گئی اور جب وہ بصرہ چلے گئے تو تشیع ظاہر ہو گیا"۔

اساتذہ و شیوخ کی نگاہ میں آپ کا مقام:

آپ ایسے عظیم شاگرد تھے کہ آپ کے اساتذہ و شیوخ برملا اعتراف کرتے کہ جتنا شاگرد نے ہم سے سیکھا ہے اتنا ہم نے بھی اس سے سیکھا ہے۔ امام یحیٰ بن سعید القطان کہ جن کا شمار نامور محدثین میں اور امام علی بن المدینی کے شیوخ میں ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں:

"نحن نستفيد من ابن المديني اكثر مما يستفيد منا"[17]

"علی بن مدینی نے جتنا ہم سے استفادہ کیا ہے اس سے کہیں زیادہ ہم نے اس سے استفادہ کیا ہے"۔

امام سفیان بن عیینہ آپ سے محبت زیادہ کرتے تھے اور علی بن مدینی امام سفیان بن عیینہ کے خاص محبوب شاگرد تھے تو بعض لوگوں نے سفیان بن عیینہ کو علی بن مدینی سے محبت پر ملامت کی تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

"والله لما اتعلم منه اكثر مما يتعلم مني"[18]

"خدا کی قسم انہوں نے جتنا مجھ سے سیکھا ہے اس سے کہیں زیادہ میں نے استفادہ کیا ہے"۔

امام بخاری کی نگاہ میں آپ کا مقام:

---

[11] (طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جز:2، ص:148)

[12] (تہذیب الاسماء واللغات، جز:1، ص:351)

[13] (ایضاً)

[14] (تاریخ الاسلام، جز:17، ص:277)

[15] (ایضاً)

[16] (ایضاً)

[17] (ایضاً)

[18] (ایضاً)

امام علی بن المدینی کی علمی وجاہت کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ سیدنا امام بخاریؒ جیسے عظیم محدث جنہیں "امیر المؤمنین فی الحدیث" کا درجہ حاصل ہے، جن کی کتاب کو "کتاب اللہ" کے بعد سب سے افضل مانا جاتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

"ما استتصفرت نفسی عند احد قط الا عند علی بن مدینی"[19]

میں نے علی بن مدینی کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھا۔

آپ کے وصال کے بعد امام سراج نے امام بخاری سے پوچھا کہ آپ کے دل میں کوئی خواہش باقی ہے؛ تو امام بخاریؒ نے فرمایا:

"ان اقدم العراق و علی بن عبد اللہ حی فاجالسہ"[20]

"ایک خواہش ہے کہ علی بن مدینی زندہ ہوتے تو میں عراق جاکر ان کی صحبت میں بیٹھتا"۔

عللِ حدیث میں مہارت:

امام علی بن مدینی نہ صرف ایک عظیم محدث اور راوی تھے بلکہ عللِ حدیث کی معرفت میں بھی کمال مہارت رکھتے تھے اسی بنا پر امام عجلی الثقات میں "قائد علم الرجال و العلل" کے لقب سے آپ کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

علم حدیث میں آپ کا امتیازی پہلو یہ بھی تھا کہ آپ اپنے عہد میں علل حدیث کو زیادہ جاننے والے تھے۔ اس لئے امام ابن حبان فرماتے ہیں:

"وکان من اعلم اهل زمانه بعلل حدیث رسول الله (ﷺ)"

آپ کا شمار اپنے زمانے میں علل حدیث کو زیادہ جاننے والوں میں سے ہوتا تھا۔[21]

امام ابو بکر اسماعیلی فرماتے ہیں کہ علامہ فرھیانی سے یحیٰ بن معین، علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا:

"اما علی فاعلمهم بالحدیث و العلل ویحی اعلمهم باالرجال و احمد باالفقه"[22]

"بہر حال علی بن مدینی حدیث اور علل میں ان سے زیادہ عالم ہیں اور یحیٰ بن معین بہ نسبت ان کے علم الرجال کے زیادہ عالم ہیں اور امام احمد بن حنبل فقہ میں ان سے زیادہ عالم ہیں"۔

امام ذہبی سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں:

"وساد الحفاظ فی معرفة العلل"[23]

"وہ علل کی معرفت میں حفاظ کے سردار تھے"۔

تصانیف:

امام علی بن مدینی ایک عظیم محدث ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے مصنف بھی تھے۔ اصحاب سیر نے آپ کو صاحب تصانیف کثیرۃ ذکر فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ امام شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں:

"یقال ان تصانیفه بلغت مأیتی مصنف"[24]

"کہا گیا ہے کہ ان کی تصانیف کی تعداد 200 تک پہنچی ہے"۔

مگر افسوس کہ ان میں سے اکثر ناپید اور ضائع ہو گئی ہیں اور آپ کی چند کتابوں کا ذکر ملتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

- الاسامی والکنی: یہ آٹھ جزوں میں ہے
- قبائل العرب: یہ دس جزوں پر مشتمل ہے
- تفسیر غریب الحدیث
- المسند فی الحدیث
- کتاب معرفة من نزل من الصحابة سائر البلدان: یہ پانچ جزوں پر مشتمل ہے۔
- کتاب الاشربه
- کتاب المدلسین
- کتاب الضعفاء[25]

وفات:

آپ کا وصال 234ھ میں ہوا۔[26] ان کا مزار مقام عسکر میں ہے۔

☆☆☆

[19](تہذیب الاسماء واللغات، جز:1، ص:351)

[20](طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جز:2، ص:)

[21](الثقات لابن حبان، جز:8، ص:470)

[22](تاریخ بغداد، جز:13، ص:421)

[23](سیر اعلام النبلاء، جز:9، ص:104)

[24](ایضاً)

[25](الفہرست، جز:1، ص:282)

(معجم المؤلفین، جز:7، ص:133)

[26](الثقات لابن حبان، جز:8، ص:470)

علامہ اقبال کے پہلے خطبے

علم اور مذہبی تجربے

کا مختصر مطالعہ

لئیق احمد

1. خطبے کے تناظر میں علم کی تعریف:

علم دراصل ذہن انسانی کی اس کاوش کا نام ہے جو وہ اپنی ذات اور اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے ماحول یا بالفاظِ دیگر مادّی کائنات کے بارے میں صحیح صحیح فہم پیدا کرنے کیلیے تیار کرتا ہے یعنی خیال اور وہم کو علم نہیں کہا جاسکتا- علم ایک حقیقت ہے اور علم کیلیے تجربہ (Experience) شرط ہے اور تجربہ کا مطلب ہے کسی حقیقت کا شعور اور تجربے میں آنا-[1]

2. مذہبی تجربے کی تعریف:

باطنی حقائق کی پرکھ اور اس سے حاصل ہونے والے علم کو مذہبی تجربہ کہا جاتا ہے- اقبالؒ مذہبی تجربے سے مراد عشق اور وجدان کو لیتے ہیں جو انسان کے سامنے مادیت سے ماوراء علم و حکمت کے ایسے دروازے کھولتا ہے جس سے انسان پر باطنی حقائق کے وہ اسرار منکشف ہوتے ہیں جو انسان کے روحانی یا باطنی تجربے کا باعث بنتے ہیں-[2]

علامہ اقبال کی نظر میں علم کو حاصل کرنے کے دو ذرائع ہیں- ایک وہ علم ہے جو محسوسات اور معقولات کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے- اس علم کی حیثیت اقبال کی نظر میں راہ گزر کی ہے-[3] جس کی روشنی میں انسان کبھی منزل کو پا نہیں سکتا اور دوسرا علم وہ ہے جو عشق و وجدان یعنی روحانی واردات یا مذہبی تجربے سے حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں علوم کے آپس کے تعلق کو علامہ اقبال نے پہلے خطبے کا موضوع بنایا ہے-

3. کائنات سے متعلق سوالات:

اقبالؒ خطبے کے شروع میں ہی اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ اللہ انسان اور کائنات اور ان کا باہمی ربط شاعری، فلسفہ اور مذہب تینوں کا مشترکہ موضوع رہا ہے- خطبے کے شروع میں وہ کائنات سے متعلق تین سوالات اُٹھاتے ہیں جس کا جواب خطبے میں آگے چل کر دیتے ہیں- ان سوالات اور ان کے جوابات کا خلاصہ ہم مختصر پیش کرتے ہیں:

پہلا سوال: یہ عالم جس میں ہم رہتے ہیں اس کی نوعیت اور ترکیب کیا ہے؟ مطلب یہ کہ یہ کیسے کام کرتا ہے یعنی اس کا کردار اور رویہ کیا ہے؟

جواب میں علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ یہ کوئی جامد کائنات نہیں ہے- نہ ایسے مصنوع جس کی تکمیل ختم ہو چکی ہے جو بے حرکت اور ناقابل تغیر و تبدل ہو- اسی نظریہ کو غالب نے اس انداز میں پیش کیا تھا:

آرائش جمال سے فارغ نہیں ہنوز
پیش نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

اقبال کی نظر میں کائنات کی تشکیل کچھ یوں ہوئی ہے کہ یہ قابل توسیع ہے اور انسان کے ہاتھوں مکمل طور پر تسخیر ہونے کا عہد رکھتی ہے- اقبال نے اس بات کے اثبات کے

[1](ڈاکٹر محمد آصف اعوان "علم اور مذہبی تجربہ تحقیقی اور توضیحی مطالعہ" میسرز دارالفکر، لاہور، 2008، ص:1)

[2](سیّد نذیر نیازی "تشکیل جدید الہیات اسلامیہ" علی پرنٹرز لاہور، جون 2012ء، ص:289)

[3](خرد سے راہرو روشن بصر ہے خرد کیا ہے؟ چراغِ راہ گزر ہے)

لیے بہت سی آیات سے استدلال لیا ہے جن میں سے ایک آیت یہ ہے:

"یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ"[4]

"وہ تخلیق میں جس قدر چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے"۔

اس آیت مبارکہ کی تشریح ایک شعر میں یوں بیان کرتے ہیں:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دما دم صدائے 'کن فیکون'

دوسرا سوال: کیا کائنات کی ساخت میں کوئی دوامی عنصر موجود ہے؟ یعنی کیا اس کائنات کی تعمیر یا بناوٹ میں کوئی ایسا مستقل عنصر بھی موجود ہے کہ جس کا ذوق نمود کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں محو خودنمائی ہے؟

علامہ اقبال اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ہاں! ایک عنصر ہے جو کائنات کی تشکیل میں مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ اس مستقل عنصر کا نام انسان ہے۔ انسان کو کائنات کی تشکیل میں مستقل عنصر کی حیثیت اس لیے حاصل ہے کہ یہ انسان ہی ہے جو اپنی فکر کی ندرت، عمل کی قدرت اور بے قرار فطرت کے باعث مسلسل جدوجہد سے ہستی یعنی کائنات کی تشکیل میں مستقل عنصر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ انسان اپنی مسلسل جدوجہد سے کائنات میں ایسے رنگ بھرتا چلا جاتا ہے جس سے کائنات پر اس کی ایسی پختہ چھاپ مرتب ہو جاتی ہے جو مستقل اور اَنمٹ صورت اختیار کر لیتی ہے۔

تیسرا سوال: انسان کا کائنات میں مقام کیا ہے اور باعتبار اس مقام کے ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟

اقبال کہتے ہیں کہ انسان کا اس کائنات میں مقام خلیفۃ اللہ کا ہے اور قرآن بار بار تسخیر کائنات کی طرف انسان کی توجہ دلاتا ہے یعنی زمان و مکان کی وسعتیں اپنے اندر انسان کے ہاتھوں مکمل طور پر تسخیر ہونے کا عہد رکھتی ہیں گویا انسان کے آگے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں۔ تاہم اب یہ انسان کا فرض ہے کہ وہ آیاتِ الٰہی یعنی مظاہر فطرت پر غور و فکر کرے اور ان ذرائع کا کھوج لگائے جن سے مظاہر فطرت کی تسخیر کو ایک ٹھوس حقیقت کا روپ دیا جا سکتا ہے۔

4. مفکرین اسلام کا طرزِ عمل اور یونانی فلسفہ:

اقبال کی اس حوالے سے تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اقبال کے خیال میں یونانی فکر و فلسفہ کی اسلامی تہذیب پر بہت گہری چھاپ رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے اسلام سے قبل علمی تاریخ میں یونانی فکر و فلسفہ کی بہت دھوم تھی۔ چنانچہ جب عقلی اور فکری علوم کی حوصلہ افزائی کی تو لامحالہ مسلمان علماء و فضلاء کا رجحان یونانی فکر و فلسفہ کی جانب ہوا نتیجہ یہ نکلا کہ یونانی فکر و فلسفہ سے اخذ و استفادہ علم و دانش کی علامت بن گیا۔ آہستہ آہستہ یونانی نظریہ و خیال کو مسلم معاشرہ میں اس قدر پذیرائی حاصل ہوئی کہ اسلامی تہذیب و تمدن کی تشکیل میں فکر یونان کو نہایت اہم تمدنی قوت کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ اس حوالے سے علامہ اقبال سقراط کے فلسفے کی محدودیت کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ وہ صرف انسان اور انسانی معاملات کے گرد گھومتا ہے کیونکہ وہ مظاہر فطرت کو قابل اعتنا نہیں سمجھتا ہے۔[5] لہٰذا اقبال کی نظر میں سقراط کا یہ نظریہ قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن مظاہر قدرت کی طرف توجہ دلاتا ہے جس کی اہم دلیل اقبال نے یہ دی ہے کہ قرآن کا مزاج تو یہ ہے کہ وہ ایک حقیر سی شہد کی مکھی کے سینے میں وحی الٰہی جلوہ گر دیکھتا ہے۔[6] پھر علامہ اقبال افلاطون کے فلسفے پر تنقید کرتے ہیں جس میں وہ حواس یعنی سمع و بصر

---

[4](فاطر:1)

[5](سیّد نزیر نیازی "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" علی پرنٹرز لاہور، جون 2012ء، ص:39)

[6](النحل:68-69)

کے خداداد نعمتوں کو حقیر خیال کرتے ہوئے اس بات پر زور دیتا ہے کہ محض حسی ادراک حقیقی علم کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔[7]

اقبال کے نزدیک بعض مسلم فلسفیوں نے حکمتِ قرآنی کی روشنی میں قرآن مجید کو پرکھنے اور سمجھنے کی کوشش نہ کی اور اس طرح قرآنی تعلیمات کا فلسفہ یونان کے ترازو میں تولنے کے باعث فکری ضلالت کا شکار ہوئے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں میں کئی طرح کے مکتبہ ہائے فکر کا ظہور ہوا جن پر مجموعی طور پر یونانی فکر کا ہی غلبہ رہا۔ انہوں نے ہر چیز کو یونانی فکر میں تولا اور اس معیار پر پرکھنے کی کوشش کی۔ اس تناظر میں دو مدِ مقابل گروہوں کو اقبال اس خطبہ میں زیرِ بحث لائے ہیں: معتزلہ اور اشاعرہ۔ معتزلہ تو خالصتاً عقلیت پسند اور یونانی منطقی روایات کا پیرو مکتبہ فکر تھا جبکہ اقبال کی نظر میں اشاعرہ مکتبہ فکر میں لوگ عقلیت محض کے پرستاروں کے مقابلے میں نہ صرف زیادہ تعمیری سوچ رکھتے تھے بلکہ بلاشبہ وہ صراطِ مستقیم پر بھی تھے۔

5. کانٹ اور امام غزالیؒ کے کام پر تبصرہ:

جب یونانی فلسفے نے مسلمان حکماء کو اپنے گھیرے اثر میں لیا ہوا تھا۔ ایسے الحاد زدہ ماحول کا خاتمہ امام غزالیؒ نے فرمایا اور اسی نظریہ کو اٹھارہویں صدی میں کانٹ نے پیش کیا جس کا ذکر اقبال ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> *"It Can, not however, be denied that Ghazali's mission was almost apostolic like that of kant in Germany of the 18th century".*[8]

اقبال امام غزالیؒ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح پیغمبر کفر و الحاد کے ماحول میں کلمہ حق بلند کرتے ہیں اسی طرح فلسفہ اور عقلیت کے ماحول میں امام غزالیؒ نے ایمان کی شمع روشن کر کے ایک پیغمبرانہ کردار ادا کیا۔ اقبال کے نزدیک خود سر عقلیت کے خلاف امام غزالیؒ کا اصلاحی اور پیغمبرانہ کردار اپنی اہمیت اور نوعیت کے اعتبار سے بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ بعد میں اٹھارہویں صدی کے فلاسفر کانٹ نے جرمنی میں عقلیت کی انتہاپسندانہ تحریک کے خلاف ادا کیا۔

کانٹ نے محسوسات سے حاصل کردہ علم پر بھی تنقید کی اور معقولات سے حاصل علم کو بھی ناقص کہا جبکہ اس کے برعکس ان دونوں کو استعمال کرنے کا کہا۔ کانٹ نے عقل کو آئینہ دکھایا اور اس کی حدود کو بے نقاب کیا لیکن وجودِ باری تعالیٰ تک رسائی اور اس کی معرفت کے امکان کو کانٹ نے رد کر دیا جبکہ امام غزالیؒ کو جب مذہبی حوالے سے تحلیلی یا تجزیاتی فکر میں اُمید کی کوئی کرن نظر نہ آئی اور وہ اس سے مایوس ہو گئے تو پھر انہوں نے صوفیانہ تجربے کی طرف قدم بڑھایا جس میں انہیں مذہب کے حق میں آزاد حیثیت کا ایسا ادراک ہوا کہ جس کی مدد سے مذہب کی حقانیت کو دیگر علوم سے الگ رہ کر بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ یوں امام غزالیؒ مذہب کی سائنس اور مابعد الطبیعات سے الگ اور آزاد حیثیت کو منوانے میں کامیاب ہو گئے۔

6. مذہبی تجربہ / صوفیانہ مشاہدات کی خصوصیات:

صوفیانہ مشاہدات پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ تاریخ انسانی روحانی اور صوفیانہ ادب سے بھری ہوئی ہے۔ اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ تاریخی اور عالمگیر اہمیت کے حامل روحانی اور مذہبی تجربے کو محض دھوکہ یا سراب سمجھ کر رد کر دیا جائے۔ اقبال اس خطبے میں صوفیانہ مشاہدات کی پانچ (5) خصوصیات بیان فرماتے ہیں۔ ان خصوصیات کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے:

1. اقبال کے نزدیک صوفیانہ تجربے کی پہلی خصوصیت اس کا فوری پن، سُرعت یا اس کا براہِ راست ہونا ہے یعنی صوفی کے تجربے کی تیزی اور سرعت اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہونے اور اس کے قرب کا احساس اسے آناً فاناً گھیر لیتا ہے۔ اس بات کو واضح کرتے ہوئے اقبال

---

[7] سیّد نذیر نیازی "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" علی پرنٹرز لاہور، جون 2012ء، ص:40)

[8] Muhammad Iqbal "The Reconstruction of Religious Thought in Islam P:5

فرماتے ہیں کہ اللہ کی ذات کوئی ریاضی کا سوال یا باہم مربوط تصوّرات کا سلسلہ نہیں کہ پچھلی کڑیوں کو جانے بغیر اگلی کڑیوں کا جاننا غیر ممکن ہو۔ اللہ کی ذات ایک ایسی حقیقت ہے جو ایک نادر خیال یا عظیم سچائی کی طرح صاحب حال پر یک لخت منکشف ہوتی ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک صوفیانہ تجربہ بھی عام تجربوں کی طرح ایک تجربہ ہے۔ عام تجربات میں حسّی مواد کی مدد سے خارجی دنیا کی معلومات حاصل ہوتی ہے اس طرح صوفیانہ تجربے سے خداشناسی کا حقیقی علم حاصل ہوتا ہے۔[9]

2. اقبال نے صوفیانہ تجربے کی دوسری خصوصیت یہ بتائی ہے کہ صوفیانہ تجربے کی وحدت ناقابل تجزیہ ہوتی ہے گویا صوفیانہ تجربہ ایک ایسا کل ہے جس کی محدود تقسیم ممکن نہیں۔ اس حوالے سے علامہ اقبال میز کی مثال دیتے ہیں کہ جس طرح میز کو دیکھنے سے ہمارے تجربے کے بے شمار پہلو میز کے دیکھنے کے واحد تجربے میں ناقابلِ تقسیم طور پر سمو جاتے ہیں اور ہم اپنے تجربے کے بے انتہا پہلوؤں میں سے چند کو منتخب کر کے اور ان کو زمان و مکان کی خاص رعایت سے ترتیب دے کر میز کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن اس عمل کا تجزیہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں بعین اسی طرح صوفی کیلیے اس کی واردات بھی اصلاً ایسی ہی ناقابلِ تجزیہ ہوتی ہے اس حوالے سے وہ اہم دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ جیسے عام حالات میں مشاہدہ حسن اور بعض دوسری لطیف کیفیاتِ قلب کا بیان محال ہو جاتا ہے اسی طرح صوفیانہ تجربہ بھی ناقابلِ تجزیہ ہوتا ہے۔

3. علامہ اقبال صوفیانہ تجربے کی تیسری خصوصیت یہ بتاتے ہیں کہ صوفی کیلیے صوفیانہ کیفیت ایک دوسری بے مثل ہستی سے قرب ووصال کی ایک ایسی گھڑی ہے جہاں اس کی اپنی شخصیت عارضی طور پر ساقط ہو جاتی ہے لیکن اقبال فرماتے ہیں کہ یہ انہماک اس تجربے کی سچائی کو کم کرنے کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ سائنس اور دوسرے شعبوں میں بھی ایسے انہماک اور کھو جانے کی مثالیں ملتی ہیں بلکہ یہ انہماک تو ذاتِ باری تعالیٰ کے اثبات کی دلیل ہے کیونکہ غیر حقیقی شے کسی حقیقی شے پر یوں غالب نہیں آسکتی۔

4. علامہ اقبال صوفیانہ تجربے کی چوتھی خصوصیت اس کا براہِ راست ہونا بتاتے ہیں یعنی جب صاحب تجربہ صوفیانہ تجربے کی زد میں آتا ہے تو خود صاحب تجربہ کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اسے یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ کچھ ہوا ہے لیکن کیا ہوا ہے؟ یہ بیان کرنے کی طاقت اس میں نہیں ہوتی۔ صوفیانہ تجربہ خیال کی نسبت احساس سے زیادہ ملتا جلتا ہے لیکن اس تجربے کا احساس یا جذبے سے زیادہ تعلق ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں علم بخشی کا کوئی عنصر نہیں ہوتا۔ احساس بنیادی طور پر علم ہی کی ایک لطیف صورت ہے اور صوفیانہ تجربے میں علم بخشی کا یہ پہلو بدرجہ غایت موجود ہوتا ہے۔[10]

5. صوفیانہ تجربے کی پانچویں خصوصیت علامہ اقبال یہ بیان کرتے ہیں کہ ہستی باری تعالیٰ کے قرب و وصال کے شعور میں صوفی سلسلہ روز و شب کو بے حقیقت سمجھنے لگتا ہے لیکن زمان و مکان سے اس کا تعلق منقطع نہیں ہوتا۔ اپنی کیفیت قلب کی تمام ندرت اور عظمت کے باوجود اس کا یہ تجربہ ایک عام انسانی اور زمینی تجربہ ہی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ صوفی اور پیغمبر دونوں اپنے قلب اور رُوح کی اس کیفیت سے باہر آتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ پیغمبر کا اس روحانی واردات سے واپس آنا انسانوں کی دنیا کے لیے بے پایاں امکانات کا ظہور ہوتا ہے۔[11]

☆☆☆

[9](پروفیسر محمد عثمان "فکر اسلامی کی تشکیل نو علامہ اقبال کے خطبات کا ایک مطالعہ"، سنگ میل پبلیکیشنز، اُردو بازار، لاہور، 2011، ص:41)

[10](ڈاکٹر محمد آصف اعوان، "علم اور مذہبی تجربہ تحقیقی اور توضیحی مطالعہ، میسرز دارالفکر، لاہور، 2008ء، ص:122)

[11](پروفیسر محمد عثمان، "مفکر اسلامی کی تشکیل نو علامہ اقبال کے خطبات کا ایک مطالعہ" سنگ میل پبلشرز، اُردو بازار، لاہور، 2011، ص:43)

مسافر کے حقوق

فکری خطاب: صاحبزادہ سلطان احمد علی

سیکریٹری جنرل: اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین
خانوادۂ سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ

(میلادِ مصطفےٰ (ﷺ) وحق باھو کانفرنس بھکر، 17 جنوری 2017ء)

اسلام نے جس انداز میں ہماری سماجی اور معاشرتی تشکیل فرمائی ہے اور جس دنیاوی اور اُخروی فلاح کی دعوت دی ہے اس کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ ہم اس پر صحیح طرح عمل پیرا ہو کر رضائے الٰہی و رضائے مصطفےٰ کریم (ﷺ) کے حصول کی جدوجہد کریں- کوئی بھی عام انسان وہ چاہے مزدور ہے یا کاشتکار، جاگیر دار ہے یا سرمایہ دار، امیر ہے یا غریب، اس کی کئی خواہشات و آرزوئیں ہو سکتی ہیں لیکن جب وہ کلمہ طیبہ ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ پڑھ کے دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا تو اس کی سب سے بنیادی اور سادہ خواہش یہ ہوتی ہے کہ اُسے ایمان پر موت نصیب ہو- یعنی جب وہ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے تو اس کی زبان پر اللہ پاک کی توحید اور اس کے آخری رسول (ﷺ) کی گواہی جاری ہو- آدمی بھلے کتنا گنہگار و غافل کیوں نہ ہو، مگر وہ اپنے گناہوں کے باوجود اللہ کریم و رحیم کی ذات پر یہ مان ضرور رکھتا ہے یعنی اپنے رب کی رحمت سے پُر امید ہوتا ہے کہ میرا اللہ مرنے سے پہلے مجھے ہدایت ضرور دے گا- اللہ تعالیٰ کی ذات پر بندے کا یہ وہ مان ہے جو بندے کو اپنے رب سے جوڑے رکھتا ہے- اسی طرح مالک حقیقی بھی بندے کو اسی رحمت کی جانب بلاتا ہے- کیونکہ اس کی رحمت اس کے غضب پہ غالب ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ہم سے اپنے غضب سے نہیں بلکہ اپنی رحمت سے معاملہ فرماتا ہے-

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کی ایک ایک ضرورت کا خیال رکھنے پہ زمین کے باشندوں کو متوجہ کیا ہے آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ مالکِ حقیقی کو کس قدر مجھ حقیر و پُر تقصیر کے ایک ایک احساس کا خیال ہے- انہی احساسات میں سے ایک احساس ایسا ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو درپیش ہوتا ہے، مگر ہم اس بارے بہت کم سوچتے اور بولتے ہیں- قرآن مجید نے بھی بتکرار ہماری توجہ اس جانب مبذول کروائی ہے-

سورہ النساء میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔـا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا‘‘[1]

’’اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ (نیکی کرو) بیشک اللہ مغرور متکبر کو پسند نہیں کرتا‘‘-

یعنی اللہ کی عبادت کرو، کسی بھی چیز میں اس کی ذات کے ساتھ کوئی شریک نہ ٹھہراؤ، والدین، عزیز و اقارب، یتیموں، مساکین، محتاجوں اور غرباء کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو، اپنے نزدیکی پڑوسی سے بھی اور اپنے اجنبی پڑوسی سے بھی احسان کا معاملہ کرو، اپنے شریکِ سفر جو تمہاری مسافرت

[1](النساء:36)

میں ہے چاہے جاننے والا ہو یا اجنبی ہو اس کے ساتھ بھی احسان کا معاملہ رکھو، جو راہ چلتا مسافر ہو تم اپنے گھر میں بیٹھے ہو، اپنی بستی میں ہو، اپنی آبادی کے اندر ہو، اپنے عزیز و اقارب اور والدین بیوی بچوں کے ساتھ ہو اور تمہارے گھر کے سامنے سے جو شاہراہ گزر رہی ہے، جہاں سے قافلے گزرتے ہیں، جہاں سے لوگ سفر کرتے ہوئے گزرتے ہیں- اپنی سواریوں پر یا پیدل جس بھی طریقے سے وہاں پر گزرتے ہیں- فرمایا "وَابنِ السبِیلِ" جو راستے میں چل پڑتا ہے جو مسافر ہوتا ہے اس مسافر کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو- پھر فرمایا اور جن کے تم مالک ہو چکے ہو یعنی اپنے غلام اور لونڈیوں کے ساتھ بھی احسان کا معاملہ کرو- بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ ان معاملات میں تکبر اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا-

اس طرح "یَتَامٰی" پر بات کی جائے یا اقرباء پر، پڑوسی پر بات کی جائے یا اجنبی پر تو اس پر الگ الگ ابواب ہیں جن سے قرآن مجید و سنتِ رسول (ﷺ) کی روشنی ہمارے دلوں کو نصیب ہوتی ہے- لیکن آج کی گفتگو کا بنیادی موضوع اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم مبارک "وَ ابنِ السَّبِیلِ" راہ چلتے مسافر کے ساتھ احسان کرنا ہے- یعنی ہمارا خالق ہمیں فرماتا ہے کہ مسافر کے ساتھ ہمارا کیا رویہ ہونا چاہیے؟

جب آدمی سفر میں ہوتا ہے تو وہ اپنے اہل و عیال اور اپنے وطن سے دور ہوتا ہے، اس کی کوئی جان پہچان والا نہیں ہوتا، اس کے دکھ کا کوئی محرم نہیں ہوتا، اگر وہ روئے تو کوئی اس کا ایسا اپنا نہیں ہوتا جو اس کے آنسوؤں کو پونچھے، اگر وہ کسی بات پہ غمزدہ و پریشان ہے تو وہاں اسے دِلاسہ دینے والا کوئی نہیں ہوتا- اس لیے رب ذوالجلال نے راستہ بتایا کہ یہ مخلوق، یہ زمین جو تمہارے لئے کشادہ کر دی گئی ہے اس میں تم ایک دوسرے کے ساتھ احسان کا معاملہ اس حد تک کرو کہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو، کسی سے تمہاری قرابت ہو یا نہ ہو، کسی سے تمہاری محبت ہو یا نہ ہو، اگر کوئی مسافر سفر کو اختیار کئے ہوئے تمہیں مل جاتا ہے تو اس مسافر کو میرا مہمان سمجھ کر اس کے ساتھ محبت اختیار کرو اور احسان کا معاملہ فرماؤ- اس لیے جو مسافر ہوتا ہے اہل راز، صوفیاء، نرم دل والے دردمند لوگ اس کو خدائی مہمان کہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اپنے مہمان سے بڑھ کر مسافر کی خدمت کرنا زیادہ اجر کا عمل ہے- کیونکہ وہ خدا کے توکل پر سفر کر رہا ہوتا ہے اور خدائی مہمان بن کر زمین کے اوپر چل رہا ہوتا ہے-

شیخ سعدی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

بزرگاں مسافر بہ جان پرورند
کہ نام نکوئے بہ عالم برند

اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو بزرگی و عظمت عطا کرتا ہے وہ اپنے قریب سے گزرنے والے مسافر پہ اپنی جان بھی نثار کر دیتے ہیں اور اس خدمت کے باعث اللہ عزوجل ان کو اپنی اس زمین میں نیک نامی عطا فرماتا ہے-

تبہ گردد آن مملکت عن قریب
کز او خاطر آزردہ آید غریب

"تم عنقریب اس مملکت کو تباہ ہوتے دیکھو گے کہ جس میں مسافر پریشان ہو کر گزرے"-

نکو دار ضیف و مسافر عزیز
و ز آسیبشان بر حذر باش نیز

"مسافر اور مہمان کا خیال کرو کیونکہ جب یہ آتے ہیں تو رحمت بھی ساتھ لاتے ہیں اور آفت بھی"-

رحمت اور آفت اس بات پر منحصر ہے کہ اس مسافر کے ساتھ رویہ کیسا رکھا گیا- یعنی اگر وہ مسافر مہمان نوازی سے خوش ہوا تو آفت اٹھ جائے گی اور رحمت رہ جائے گی ہے اور اگر وہ پریشان ہوا تو رحمت اٹھ جائے گی اور آفت رہ جائے گی-

قرآن کریم کی جب تلاوت کی جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی کتاب زمین پر نازل نہ فرماتا تو ہمارے درمیان نہ عزیز و اقارب کا احساس ہوتا نہ مساکین کا، نہ یتیموں کا احساس ہوتا نہ مسافروں کا- سورہ النساء کی مذکورہ آیت مبارکہ میں "وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ"، "اور مجلس کے ساتھی" سے بھی احسان کا معاملہ کرنے کا حکم فرمایا ہے یعنی وہ ساتھی جو تمہارے ساتھ رہ رہا ہے یا سفر کر رہا ہے-

حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) اور متعدد رواۃِ تفاسیر کے حوالوں سے متعدد مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ جو تمہارے ساتھ سفر کر رہا ہوتا ہے اس کے تم پر دو حقوق ہوتے ہیں- ایک تو یہ ہوتا ہے کہ وہ مسافر ہے، اس کا مسافر ہونا آپ پر ایک حق عائد کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ آپ کا پڑوسی ہے اور اس کے پڑوسی ہونے کا حق بھی آپ پر عائد ہوتا ہے- اس لئے مسافر کا خیال رکھنا ہم پر لازم آتا ہے-

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جس بھی جگہ پر مال کی تقسیم کا حکم دیا ہے اس مال میں مسافر وراہگیر کا حق رکھ دیا ہے- چاہے صدقہ ہو یا زکوٰۃ، مال غنیمت ہو یا مالِ فے ہو مال کی ہر تقسیم میں مسافر کا حصہ ہے، اس بات سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مسافر سے محبت کا اندازہ ہوتا ہے-

اللہ تعالیٰ کو مسافر سے محبت کیوں ہوتی ہے؟ اس کی وضاحت ان حقوق کو بیان کرنے کے بعد کرنا چاہوں گا جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسافر کے لئے بیان فرمائے ہیں-

سورہ البقرہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ اٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ"[2]

"اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو"-

یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت میں جب کبھی اپنا مال خرچ کرو تو اسے اپنے رشتہ داروں، مساکین و یتیم اور مسافر پہ خرچ کرو-

اسی طرح جب لوگوں نے آقا کریم (ﷺ) سے پوچھا کہ مال کا بہترین مصرف کیا ہے یعنی کس جگہ مال کو خرچ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے سورہ البقرہ میں ایک اور مقام پہ ارشاد فرمایا:

"قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ"[3]

"آپ فرما دیں جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے"-

جب کبھی جنگ ہوتی ہے اور مسلمان اس جنگ میں فتح یاب ہو جاتے ہیں تو جو مال اس جنگ سے ان کے حصے میں آتا ہے وہ مال غنیمت ہوتا ہے- جو علاقہ بغیر جنگ کے فتح کیا جاتا ہے تو اس علاقے کا جو مال حصے میں آتا ہے وہ مالِ فے کہلاتا ہے- البتہ ان دونوں کے احکام الگ الگ ہیں- اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مال غنیمت اور مالِ فے دونوں میں مسافر کا حق رکھا ہے-

مالِ غنیمت کے متعلق سورہ الانفال میں حکمِ مبارک ہے کہ:

"وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ"[4]

"اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول (ﷺ) و قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے"-

اسی طرح مالِ فے کے متعلق سورہ الحشر میں حکم ربانی ہے:

"مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ"[5]

"جو غنیمت (اموالِ فے) دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول (ﷺ) کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے"-

اسی طرح صدقات میں بھی مسافر کا حق رکھا- سورہ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

---

[2] (البقرۃ:177)
[3] (البقرۃ:215)
[4] (الانفال:41)
[5] (الحشر:7)

"إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ"[6]

"بے شک صدقات (زکوٰۃ) محض غریبوں اور محتاجوں اور ان کی وصولی پر مقرر کیے گئے کارکنوں اور ایسے لوگوں کے لیے ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا کرنا مقصود ہو اور (مزید یہ کہ) انسانی گردنوں کو (غلامی کی زندگی سے) آزاد کرانے میں اور قرض داروں کے بوجھ اتارنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر (زکوٰۃ کا خرچ کیا جانا حق ہے)- یہ (سب) اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے"-

اسی طرح کسی کا بھی حق ادا کرنے کی بات ہو تو اس میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسافر کو اہمیت عطا فرمائی اور فرمایا کہ جو تم فضول خرچی کرتے ہو اس کا شاید تمہیں وقتی نفع مل جاتا ہو، تمہارے نفس کی وقتی تسکین ہو جاتی ہو لیکن یہ فضول خرچی قبر اور آخرت میں کوئی نفع نہیں دے سکی گی- اس لئے اگر تم قبر اور آخرت کا نفع چاہتے ہو تو فرمایا:

"وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا"[7]

"قریبی رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق ادا کرو، اور فضول خرچی نہ کرو"-

یعنی اگر تم ان لوگوں پر خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی اپنی بارگاہ سے تمہیں مقامِ عظیم عطا فرمائے گا-

اس مسئلے کو قرآن مجید میں جس طریقے سے بار بار بیان کیا گیا ہے تو لازم ہے کہ اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھا جائے کہ قرآن جب ایک بات کا ایک مرتبہ حکم کر دے تو وہ ایک مرتبہ کا حکم اسلام میں فرض بن جاتا ہے اور اس فعل کی انجام دہی اللہ تعالیٰ کے قرب اور رضا کا موجب بن جاتی ہے اور جس بات کو اللہ تعالیٰ نے بتکرار بیان کیا ہو، بار بار جس کے حق کو ہم پر جتلایا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بات عام نہیں ہے وہ پہلو عام نہیں ہے، وہ شخص عام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں محبوب رکھتا ہے-

یہ تو وہ حقوق ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا ہے کہ تم مسافر کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو- اب آپ از روئے ایمان دیکھیں کہ خود خالقِ اکبر نے "وَابْنِ السَّبِيْلِ" راہ چلتے ہوئے مسافر کو کیا حق عطا کیا اور ہم اجتماعی طور پہ کس قدر اُن کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں کہ ان کی راہوں میں گڑھے کھود رکھتے ہیں، ان کی راہوں میں سواریوں کے سامنے رکاوٹیں پیدا کر رکھتے ہیں، ان کے لئے لگے ہوئے سائن بورڈز جن کی مدد سے وہ اپنا راستہ لے کے چلتے ہیں ان کے اوپر اپنے اشتہارات چسپاں کر رکھتے ہیں، جو راستہ ان کی سواریوں کے گزرنے کیلئے حکومتیں اور ریاستیں بنا رکھتی ہیں، ان پہ اپنے مکانات کی تعمیرات کیلئے اینٹیں کھڑی کر رکھتے ہیں، ریت پھیلا رکھتے ہیں، گنے کے سیزن میں ٹرالیوں پہ اُوور لوڈنگ کے جرم کے ساتھ ساتھ مسافروں کیلئے شمار سے باہر مشکلات بنا رکھتے ہیں- راستوں کے اطراف میں بیماریاں پھیلاتی گندگیوں کے ڈھیر بنا رکھتے ہیں، مردہ جانوروں کو راستوں پہ پڑا رکھتے ہیں جن کے تعفن اور بدبو سے مسافروں کو تکلیف پہنچتی ہے- کبھی سوچا ہے کہ ان گڑھوں، اینٹوں اور ٹرالیوں کے سبب ان کے اوپر کیا کچھ گراں گزرتا ہے- غور کریں کہ لوگ جن سے سہولت

[6](التوبہ:60)

[7](الاسراء:26)

چھین رہے ہیں ہمارے رب نے انہیں کیا سہولت عطا کی ہے؟ جن کا حق لوگ مار رہے ہیں، اللہ نے انہیں کیا حق دیا ہے؟

توجہ کیجئے! کہ قرآن نے مسافر کو کیا حقوق دیے ہیں- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ مَنۡ کَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ"[8]

"اور تم میں سے کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو بعد کے دنوں میں ان (روزوں) کی گنتی پوری کرے"-

از روئے قرآن مجید، اگر کوئی مریض یا کوئی مسافر ہے اس کو روزے میں چھوٹ ہے کہ وہ بے شک روزہ نہ رکھے- ہاں! اگر وہ اپنے مقام پر لوٹ جائے تو جو اس کے روزے قضا ہوئے ان کا عدد شمار کر کے اُتنے روزے رکھ لے-

اسی طرح پھر اسلام کا عظیم ترین فریضہ نماز ہے- اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مسافر کو اس میں بھی تخفیف دی ہے- فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَلَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوۃِ"[9]

"اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو (یعنی چار رکعت فرض کی جگہ دو پڑھو)"-

قرآن پاک کی رُو سے جب لوگ زمین پر سفر کرتے ہیں، سفر کی وجہ سے اُن پر دشواری اور مشکل آن پڑتی ہے تو کوئی گناہ نہیں ہے کہ اپنی نماز میں قصر کر لو، یعنی اگر اس وقت چار رکعت فرض ہے تو فقط دو ادا کی جائیں- اندازہ لگائیے! کہ نماز اور روزے جیسے اہم فریضے میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسافر کو رعایت عطا فرما دی-

میرے دوستو اور ساتھیو! یہ وہ احکام ہیں جو نہ میں نے کہے، نہ کسی مسلک یا فرقے کے مفتی نے، نہ کسی مسلک کے بانی نے کہے اور نہ ہی متاخرین، متوسطین اور متقدمین میں سے کسی امام یا شیخ کا قول ہے- مسافر کے یہ وہ حقوق ہیں جن کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خود اپنے کلام میں ارشاد فرمایا ہے-

اس لیے معاشرت اور سماج کے اعتبار سے ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ قرآن مجید کے ان احکام پہ غور کیا جائے اور ان کو نافذِ جاں کر کے دیکھا جائے کہ ہم کس قدر قرآن کے ان احکامات پر عمل پیرا ہیں- کیونکہ ان فرمودات کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ جو اللہ نے بیان کر دیا اسے سن لیا جائے اور وہاں سے اٹھ جایا جائے "نشستن و گفتن و برخاستن"- بلکہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنا احتساب کرے اور یہ دیکھے کہ اللہ نے جو اسے حق دیا، کیا میں کسی مقام پہ، کسی موڑ پہ اس کا حق مار تو نہیں رہا؟ خدائے پاک نے جسے سہولتیں اور رعایتیں عطا فرمائی ہیں، کیا کسی عمل یا سبب سے مَیں اس کی سہولیات چھین تو نہیں رہا؟ اگر ہمارے پڑوس میں جاننے والا، یا کوئی محلہ دار اس کا حق چھینتا ہے یا اس کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کرتا ہے تو از روئے قرآن ہمارا یہ فریضہ بنتا ہے کہ اس سے مسافر کے حق کا مطالبہ کیا جائے، اس کی اصلاح کی جائے، اس کے دل و دماغ اور اس کی عقل و فکر میں اس بات کو اچھی طرح بٹھا دیا جائے کہ میرے بھائی! یہ جو سماج ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حسن و خوبصورتی اور ایک دوسرے کا احساس پیدا فرمایا ہے، اس خوبصورتی کو نہ گنوایا جائے اور اس احساس کے دامن کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے-

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے مسافر بندے کی محبت ہمارے دل میں پیدا فرمائی ہے وہ اس لئے پیدا فرمائی ہے کہ کوئی کسی بھی خطے کا باسی ہو، کسی بھی قبیلے اور رنگ و نسل سے تعلق رکھتا ہو، ہمارے قلب کی محبت اس انسان کے قلب کی محبت سے جوڑنی جائے اور بنی نوع انسان دنیا میں کسی کونے میں بھی پھیل جائے، بنی نوع انسان کے دل سے محبت و الفت، اخوت اور بھائی چارے کے احساس کو ختم نہ کیا جا سکے- کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے اولادِ آدم کو ایک ہی باپ کی سُلب سے پیدا کیا ہے- آپ ہی بتائیں کہ دو بھائیوں پہ کس طرح محبت لازم آتی ہے؟؟؟ از روئے دین کسی راہ چلتے آدمی کے متعلق وہی محبت محسوس کی جائے جو اپنے بھائی کے متعلق کی جاتی

[8] (البقرۃ:185)

[9] (النساء:101)

ہے- اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے درمیان معاملہ کا حسن رکھا ہے--یعنی رشتوں کا احساس اور رشتوں کی خوبصورتی رکھی ہے-

جس مرحلے پہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے تمہارے لیے فلاں فلاں چیز حلال کر دی اس میں ایک حکم مطلق ہے- جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ"[10]

"تمہارے لیے دریا کا شکار (مچھلیاں) اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدے کی خاطر حلال کر دیا گیا ہے"-

"لَكُمْ" دو بار فرما کر حکم ارشاد فرمایا کہ "تمہارے لیے"- یہاں تمہارے سے مراد سب کیلئے ہے-اس سب میں ہم سب آجاتے ہیں، کوئی اپنے قبیلے میں ہو یا حالتِ جنگ میں، کوئی امیر ہو یا غریب ،الغرض تمام انسانوں کے لئے جب اللہ تعالیٰ نے مطلقاً حکم فرمادیا تو اس کے بعد کسی چیز کی تخصیص کی ضرورت نہیں رہ جاتی- لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ حکم فرما کر فرمایا "وَلِلسَّيَّارَةِ" ہم نے مسافروں کے اوپر بھی اس کو حلال کر دیا ہے-

سائل نے کہا میرے مولیٰ! جب سب پہ حلال ہو گیا تو پھر مسافر کو اس میں تخصیص دینے کی یا مسافر کو اس میں بطور خاص بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ غیب سے صدا آئی اس لئے کہ تم پر یہ واضح ہو جائے کہ میں نے تمہیں یہ حق مسافر کے دل کی نرمی کے سبب عطا فرمایا ہے--یعنی اگر وہ سمندر میں سفر کر رہا ہو تو اور اس کے رختِ سفر میں کھانے پینے کا سبب ختم ہو جائے تو وہاں وہ بھوک سے نہ مرے-اس لئے میں نے اس کی دلجوئی کی خاطر مچھلیوں کو تم پر حلال کر دیا ہے اور اس آبی مخلوق کو جب کبھی بھی تم کھانے لگو تو یہ سوچ لیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر کے دل کی حساسیت اور مسافر کو یہ سہولت فراہم کرنے کیلئے تمہارے اوپر بھی یہ حلال کر دیا ہے-

اسی طرح مالک کریم نے قرآن مجید میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر (علیہما السلام) کا واقعہ بیان فرمایا کہ جب وہ ملے، پھر آگے گئے، حضرت خضر (علیہ السلام) پہلے کشتی کو پھاڑتے ہیں، پھر ایک بچے کو مارتے ہیں، پھر جس بستی میں وہ دیوار کھڑی کرتے ہیں اس بستی میں پہنچنے کا منظر قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ:

"فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا"[11]

"پھر دونوں (حضرت موسیٰ اور حضرت خضر) چل پڑے یہاں تک کہ جب دونوں ایک بستی والوں کے پاس آ پہنچے، دونوں نے وہاں کے باشندوں سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ان دونوں کی میزبانی کرنے سے انکار کر دیا، پھر دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی تو (خضر (علیہ السلام) نے) اسے سیدھا کر دیا موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس (تعمیر) پر مزدوری لے لیتے"-

اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ سابقہ امتوں کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے مہمان نوازی کا حکم فرما رکھا تھا اور قرآن نے ان دو مسافروں (سیدنا موسیٰ اور سیدنا خضر (علیہما السلام)) کو کھانا نہ دینے پہ ان کی اخلاقی پستی اور اخلاقی گراوٹ کو بیان کیا ہے کہ یہ ان مسافروں کا حق تھا کہ وہ بھوک اور پیاس کی حالت میں ان بستی والوں سے کھانا طلب کرتے تو بستی والوں کو چاہئے تھا کہ

[10](المائدہ:96)

[11](الکہف:77)

حسبِ استطاعت مسافروں کی خدمت کرتے- گویا جہاں مسافر کا رختِ سفر ختم ہو جائے تو یہ مسافر کا شرعی، اخلاقی حق ہے کہ وہ جہاں سے گزر رہا ہو وہاں سے طعام کی اشیاء طلب کر سکتا ہے- اگر وہاں کے لوگ اسے یہ حق نہیں دیتے تو از روئے قرآن یہ ان اہلِ قریہ کی اخلاقی گراوٹ اور اخلاقی پستی کا سبب ہے-

قرآن کریم نے انبیاء کرام (علیہم السلام) کے جو اوصاف بیان کئے ہیں ان میں سے ایک بڑا وصف اجنبیوں کی مہمان نوازی کو بتایا ہے- از روئے قرآن پاک مسافروں کی مہمان نوازی پیغمبروں کے اخلاق کا فیض ہے- جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ إِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ إِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۖ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ إِلٰى أَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ"[12]

"کیا آپ کے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے معزّز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے- جب وہ (فرشتے) اُن کے پاس آئے تو انہوں نے سلام پیش کیا، ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی (جواباً) سلام کہا، (ساتھ ہی دل میں سوچنے لگے کہ) یہ اجنبی لوگ ہیں- پھر جلدی سے اپنے گھر کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے کی سجی لے آئے"-

یعنی جب فرشتے معزز مہمان کے طور پر سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس آئے تو ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ تو مجھے اجنبی لگتے ہیں، میرا ان سے کوئی تعارف نہیں ہے، ان کا لباس اور رنگ و روپ بالکل اجنبی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اپنے گھر گئے اور ایک فربہ بچھڑے کی سجی اپنے مہمانوں کیلئے لے کر آئے- گویا وہ فرشتے جو ان کے سامنے آئے تھے وہ بظاہر اجنبی تھے مگر جیسے ہی معلوم پڑا کہ میرے دروازے پر کوئی مہمان مسافر آیا ہے تو جو کچھ ان کے گھر میں موجود تھا ان کی خدمت میں پیش کر دیا-

اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ کو "سورہ ھود" میں یوں بیان فرمایا ہے کہ:

"وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۖ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ فَلَمَّا رَآ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۚ قَالُوْا لَا تَخَفْ إِنَّآ أُرْسِلْنَآ إِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ"[13]

"اور بے شک ہمارے فرستادہ فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لے کر آئے انہوں نے سلام کہا، ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی (جواباً) سلام کہا، پھر (آپ (علیہ السلام) نے) دیر نہ کی یہاں تک کہ (ان کی میزبانی کے لیے) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے پھر جب (ابراہیم (علیہ السلام) نے) دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس (کھانے) کی طرف نہیں بڑھ رہے تو انہیں اجنبی سمجھا اور (اپنے) دل میں ان سے کچھ خوف محسوس کرنے لگے، انہوں نے کہا: آپ مت ڈریئے! ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں"-

یعنی سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) کے گھر میں جو کچھ بھی پکا ہوا تھا، تکلف نہیں کیا، یہ نہیں دیکھا کہ مَیں ان کا معیار دیکھ لوں، ان کی طلب پوچھ لوں بلکہ ان کی طلب کے بغیر فقط یہ معلوم ہونے پر کہ وہ راہ للہ مسافر ہیں، آپ کے پاس جو کچھ بن پڑا ان کے سامنے لا کے پیش کر دیا- اس لیے جو مہمان نوازی ہے یہ سنتِ ابراہیم علیہ السلام ہے-

یہی وجہ ہے کہ مالک کریم نے ہمیں حکم فرمایا کہ:

"فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ إِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا"[14]

"پس تم ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی پیروی کرو جو ہر باطل سے منہ موڑ کر صرف اللہ کے ہو گئے تھے"-

خدمتِ مسافر اور خدمتِ مہمان حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے پسندیدہ شیووں میں سے ایک شیوہ ہے- حضراتِ عرفاء میں سے کسی کا شعر ہے کہ:

از فروغِ روئے مہماں شد منور خانہ ام
خانہ ام فانوس، مہماں شمع و من پروانہ ام

[12] (الذاریات:24-26)
[13] (سورۃ ھود:69-70)
[14] (آل عمران:95)

یعنی اللہ تعالیٰ جو مہمان آپ کی طرف بھیجتا ہے ان کے ذریعے تمہارے گھروں کو روشنی عطا فرماتا ہے-اس لئے گھر کو فانوس اور مہمان کو شمع بنالو اور خود پروانے کی مانند اس شمع کے گرد منڈلاتے رہو-کیونکہ یہ انبیاء کرام (علیہم السلام) کا شیوہ اور طریق ہے-

حضرت سعید بن مُسیّب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"كَانَ إِبْرَاهِيمُ أَوَّلَ النَّاسِ ضَيَّفَ الضَّيْفَ"[15]

"حضرت ابراہیم (علیہ السلام) مہمان نوازی فرمانے میں سب سے اول تھے"-

حجۃ الاسلام امام ابو حامد الغزالی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

"كَانَ إِبْرَاهِيمُ الْخَلِيلُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ وَ سَلَامُهُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ خَرَجَ مِيلًا أَوْ مِيلَيْنِ يَلْتَمِسُ مَنْ يَتَغَدَّى مَعَهُ وَ كَانَ يُكْنَى أَبَا الضِّيفَانِ"[16]

"حضرت ابراہیم (علیہ السلام) (اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمتیں اور سلامتی ہو) جب کھانا تناول فرمانا چاہتے تو ایک یا دو میل باہر جاتے کہ کوئی ساتھ کھانے والا ملے-اسی لئے آپ علیہ الصلوٰۃ و السلام کی کنیت "ابو الضیفان" تھی"-

"ابو ضیفان" کا مطلب ہے ضیافت و مہمان نوازی کرنے والے-

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"كُلُّ بَيْتٍ لَا يَدْخُلُهُ ضَيْفٌ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ"[17]

"جس گھر میں مہمان نہیں آتا اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے"-

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی غریب و نادار ہے جو استطاعت نہیں رکھتا وہ بھی اس نعمت سے محروم ہے-بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو صاحب استطاعت ہو مگر اس کی بد اخلاقی اور بخل و کنجوسی کی وجہ سے مہمان اس کے گھر میں آنا جانا چھوڑ جائیں تو اس کے متعلق فرمایا کہ اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے-اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مسافر یا مہمان پر بخل کرنے پر وعید فرمائی ہے کہ:

"الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَ يَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ ط وَ أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا"[18]

"جو لوگ (خود بھی) بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو (بھی) بخل کا حکم دیتے ہیں اور اس (نعمت) کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کی ہے-(تو) اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے"-

اس سے آگے بھی تمام آیات انہی احکام سے متعلق ہیں:

"وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ط وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا"[19]

"اور جو لوگ اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کیلیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یومِ آخرت پر اور شیطان جس کا بھی ساتھی ہو گیا تو وہ برا ساتھی ہے"-

یعنی وہ لوگوں کے لیے خرچ کرتا ہے نہ کہ اس لیے کہ میرے خالق کا حکم ہے جس کے متعلق مجھے یومِ آخرت اس کی بارگاہ میں حساب دینا ہے-اس لئے جس کی نیت ریاکاری و اپنی نیک نامی ہو گی اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو خوب جانتا ہے اور جو ریاکاری کیلیے ایسے کام کرے اس نے شیطان کو اپنا دوست بنا رکھا ہے اور شیطان سے برا دوست بھلا کون ہو سکتا ہے؟ اس لیے جو آدمی استطاعت رکھتے ہوئے بھی مسافر کی دلجوئی و خدمت سے محروم رہتا ہے تو نہ صرف ملائکِ رحمت اس کے گھر میں داخل نہیں ہوتے

[15] (الموطا امام مالک، کتاب صفۃ النبی (ﷺ))

[16] (احیاء علوم الدین، کتاب الآداب الاکل)

[17] (ایضاً)

[18] (النساء:37)

[19] (النساء:38)

بلکہ از روئے قرآن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عنقریب ہم اسے اپنے عذاب کی گرفت میں لیں گے۔

آقا کریم (ﷺ) نے اپنے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو جو حسنِ معاشرت کا طریق سکھایا اس کی جھلک آپ (ﷺ) کے صحابہ کرام و اہل بیت اطہارِ (رضی اللہ عنہم) کی حیاتِ طیبہ کے ہر ایک پہلو میں نظر آتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"أَنَّ رَجُلًا مِنَ الأَنْصَارِ بَاتَ بِهِ ضَيْفٌ فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ إِلَّا قُوتُهُ وَقُوتُ صِبْيَانِهِ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ نَوِّمِي الصِّبْيَةَ وَ أَطْفِئِي السِّرَاجَ وَقَرِّبِي لِلضَّيْفِ مَا عِنْدَكِ"[20]

"انصار کے ایک شخص کے گھر رات کو ایک مہمان آگیا۔اس کے پاس اپنے اور بچوں کے علاوہ کھانا نہیں تھا۔اس نے اپنی زوجہ محترمہ سے کہا کہ بچوں کو سُلا دے اور چراغ کو بجھا دے اور (کھانے میں) جو کچھ ہے وہ مہمان کے قریب کر دے (تاکہ وہ پیٹ بھر کر کھا سکے)"۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ (ان کے اس عمل پر) یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

"وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"[21]

"اور وہ اپنی جانوں پر ان (اسلام کے مہمانوں) کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید (خود) ضرورت ہو"۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل سے اتنا خوش ہوا کہ ان کی تعریف فرماتے ہوئے قرآن کریم میں فرمایا کہ جو اپنی جانوں پر اسلام کے ان مہمانوں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود بھی اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن کیا ہی خوبصورت لوگ ہیں جن کو ان کا ایمان مبارک ہو کہ وہ اپنی ذات، اپنے بچوں اور اہل خانہ کی بجائے راہ چلتے مسافروں اور اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے مہمان کو ترجیح دیتے ہیں۔

"حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"الْخَيْرُ أَسْرَعُ إِلَى الْبَيْتِ الَّذِي يُغْشَى مِنَ الشَّفْرَةِ إِلَى سَنَامِ الْبَعِيرِ"[22]

"جس گھر میں مہمان ہو اس گھر میں خیر و برکت اسی طرح دوڑتی ہے جیسے چھری اونٹ کے کوہان پر"۔

جب اونٹ ذبح ہوتا ہے تو اونٹ کی کوہان کا گوشت سب سے زیادہ مزیدار ہوتا ہے۔ اس لئے آقا کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ جب تم اونٹ ذبح کرنے کے بعد جس طرح اونٹ کی کوہان کا گوشت حاصل کرنے کیلئے اُجلت میں اس کی جانب لپکتے ہو، اسی طرح جب کوئی اپنے گھر میں مہمانوں اور مسافروں کی خدمت کرتا ہے اس کی طرف خیر و نیکی اتنی ہی تیزی سے بڑھتی ہے۔اس لئے اچھائی، بھلائی، خیر اور نیکی کو جلد حاصل کرنے کا اس سے آسان کوئی راستہ نہیں کہ اللہ کی مخلوق کی خدمت کی جائے۔

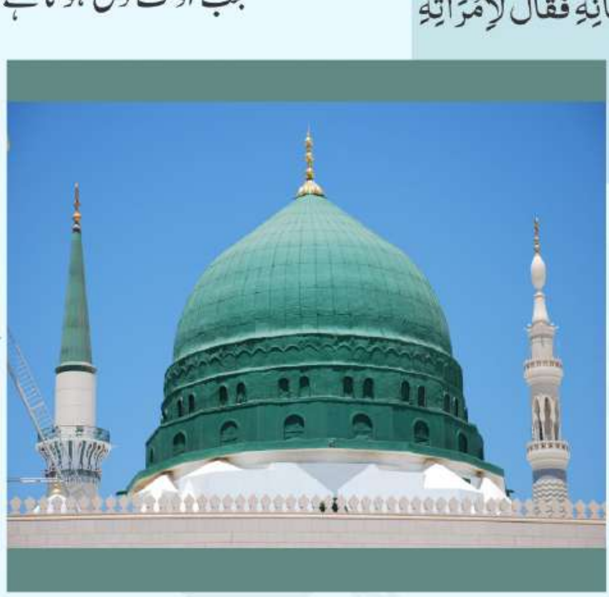

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ ہم نے حضور نبی کریم (ﷺ) سے عرض کیا:

"يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَقْرُونَنَا فَمَا تَرَى"

"یارسول اللہ (ﷺ) آپ ہمیں مختلف ملک والوں کے پاس بھیجتے ہیں اور (بعض دفعہ) ہمیں ایسے لوگوں کے پاس جانا پڑتا ہے کہ وہ ہماری ضیافت تک نہیں کرتے۔ آپ (ﷺ) کی ایسے مواقع پر کیا ہدایت ہے؟

آپ (ﷺ) نے ہم سے فرمایا:

[20](صحیح مسلم، کتاب الاشربہ)
[21](الحشر:9)
[22](سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ)

"إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوْا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ"[23]

"جب تمہارا قیام کسی قبیلے میں ہو اور وہ تمہاری ایسی ضیافت کریں جیسے ایک مہمان کی ضیافت کی جاتی ہے تو اس کو قبول کرو اور اگر وہ تمہاری ایسی ضیافت نہ کریں تو تم ان سے اس قدر ضیافت کا سامان وصول کرو جتنا ان پر ان کے حال ورواج کے مطابق ایک مہمان کا حق ہے"۔

یعنی صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ ایک اخلاقی عیب تھا کہ اگر کوئی قبیلہ یا قوم اپنی طرف آنے والے مہمانوں کا خیال نہ رکھے۔

ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی المالکی (رحمۃ اللہ علیہ) اور دیگر متعدد فقہاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم) نے اس پہ بڑی طویل مباحث فرمائی ہیں کہ مہمان نوازی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر فرض ہے۔ جبکہ بعض فقہاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم) نے فرمایا ہے کہ دیہی علاقوں میں جہاں آبادی کم ہو، وسائل نہ ہوں اور مال و اسباب کی خرید و فروخت نہ ہو سکے تو وہاں مہمان نوازی فرض ہے لیکن اگر کوئی بڑی جگہ یا بڑے شہر کی بات ہو تو یہ فرض نہیں رہتی بلکہ سنت یا مستحب بن جاتی ہے۔ کیونکہ وہاں قیام و طعام کے لئے مسافر خانے موجود ہوتے ہیں۔ مال و اسباب کے خرید و فروخت کے لئے دکانیں اور بازار موجود ہوتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ"

تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے بہت سخت دکھ دینے والا عذاب ہو گا

1. رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالطَّرِيْقِ يَمْنَعُ مِنْهُ ابْنَ السَّبِيْلِ،

"ایک وہ شخص جس کے پاس راستے میں زیادہ پانی ہو اور وہ مسافر کو اس پانی سے منع کرے (یعنی نہ پینے دے)"۔

2. "دوسرا وہ شخص جو امام سے بیعت کرے اور بیعت کی غرض صرف دنیا کمانا ہو اگر وہ امام اسے کچھ دیدے تو بیعت پوری کرے ورنہ توڑ دے"۔

3. "تیسرا وہ شخص جو کسی دوسرے سے کچھ مال متاع عصر کے بعد بیچ رہا ہو اور قسم کھائے کہ اسے اس سامان کی اتنی قیمت مل رہی تھی اور پھر خریدنے والا اُسے سچا سمجھ کر اس مال کو لے لے حالانکہ اُسے اِس کی اتنی قیمت نہیں مل رہی تھی"۔[24]

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ"[25]

"تین افراد کی دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں (1) مظلوم کی دعا، (2) مسافر کی دعا اور (3) والد کی اپنے بیٹے کے خلاف دعا"۔

حضرت عمرو بن حارث (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

"مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا، وَلَا عَبْدًا، وَلَا أَمَةً إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِيْ كَانَ يَرْكَبُهَا، وَسِلَاحَهُ، وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً"[26]

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہ کوئی درہم و دینار اور نہ کوئی غلام یا لونڈی ترکہ میں چھوڑی سوائے آپ کے سفید خچر کے جس پر آپ سواری فرماتے، اپنے اسلحہ کے اور کچھ زمین کے جسے آپ نے مسافروں کیلئے وقف فرما دیا تھا"۔

مسلمان بھائیو اور بہنو! ہم جس دین سے تعلق رکھتے ہیں، جس نبی پاک شہہِ لولاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کلمہ پڑھتے ہیں، خود کو جن کا عاشق کہتے ہیں ان کی ذات اقدس نے ہماری زندگی کے سماجی و معاشی و معاشرتی طریق کے ایک بھی پہلو کو خالی نہیں چھوڑا جس پہ ہمیں رہنمائی نہ عطا فرمائی ہو۔ اس لئے

---

[23] (صحیح مسلم، کتاب اللقطہ)

[24] (صحیح بخاری، کتاب الاحکام)

[25] (جامع الترمذی، کتاب البر والصلة)

[26] (صحیح بخاری، کتاب المغازی)

ہمیں چاہئے کہ اپنے وجود، اہل خانہ، اہلِ محلہ میں ان عظیم ترین اخلاقِ نبوت کے فیوض و برکات کو پیدا کریں جس کے ذریعے ہمارے معاشرے میں اسلامی و روحانی تربیّت کی جھلک نظر آسکے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) سے ایک آدمی نے پوچھا کہ حضرت! مَیں اگر ایسی بستی کو دیکھتا ہوں جہاں کفار غالب اور مسلمان مغلوب ہیں تو آپ کیا فرمائیں گے کہ اسلام مغلوب اور کفر غالب کیوں آگیا؟ امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہو گی کہ کفار نے مسلمانوں کی صفات اور مسلمان نے کفار کی صفات اختیار کر رکھی ہو نگی۔

جو لوگ مغرب کا رہن سہن جانتے ہیں، یورپ، امریکا، آسٹریلیا، یوکے اور دیگر ممالک میں سفر کرتے ہیں انہیں معلوم ہو گا کہ انہوں نے وہاں ایک راہ گیر کا، مسافر کا کیا حق رکھا ہے؟؟؟ ان کے ہاں جس طرح بڑے بڑے چوراہوں پہ گاڑیوں کے لئے سگنل ہوتے ہیں اسی طرح پیدل چلنے والوں کے لئے اشارے بنائے گئے ہیں۔ جس وقت پیدل چلنے والوں کا اشارہ کھل جاتا ہے اس وقت کوئی گاڑی وہاں سے نہیں گزر سکتی۔ اگر زیبرا کراسنگ کے اوپر کسی پیدل گزرنے والے کو کوئی گاڑی ٹکر مار دے تو عین ممکن ہے کہ لائسنس تاحیات بین کرنے کے ساتھ نہ ادا کیا جاسکنے والا جرمانہ عائد کر دیا جائے جسے ادا کرتے کرتے زندگی بیت جائے کیونکہ ایک راہگیر کی حق تلفی ہوئی ہے۔ لیکن یہاں روزانہ کی بنیاد پہ ہمارے اندھا دھند چلنے والے ڈرائیورز بچوں، عورتوں اور مال و اسباب کو کچلتے ہیں۔ ساٹھ ساٹھ ستر ستر مسافر ایک وقت میں جاں بحق ہو جاتے ہیں۔ اس کا ذمے دار کون ہے؟؟؟ یہاں سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول کس حد تک صادق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ وَ نَوْمَهُ، فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ، فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ"[27]

"سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، آدمی کو کھانے پینے اور سونے (ہر ایک چیز) سے روک دیتا ہے، اس لیے جب کوئی اپنی ضرورت پوری کر چکے تو فوراً گھر واپس آجائے"۔

مسافرت میں آدمی سختی و تنگی میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے آدمی کے وجود میں غم اور اجنبیت کی کیفیت ہوتی ہے۔ جیسا کہ سُلطان العارفین حضرت سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

شالا مُسافر کوئی نہ تھیوے ککھ جنہاں توں بھارے ھو

خدا تجھے مسافر نہ کرے، کیونکہ بعض اوقات پردیس میں تنکوں کی وقعت مسافر سے بڑھ جاتی ہے۔

اَسیں پَردیسی سَاڈا وطن دوراڈھا باھُوؒ دَم دَم غم سَوایا ھو

ہم پردیسی مسافر ہیں، ہمارا وطن بہت ہی دُور ہے، ہماری ہر ایک سانس میں غم بھرا ہے۔

یعنی سفر جس طریق سے ایک عام آدمی کے بدن پر بوجھ بن جاتا ہے اسی طرح انسان کی روح بھی مسافرت کے اندر ہے۔ اس کیلئے یہ عالم جہاں ہم رہتے ہیں یہ ناسوت ہے اور ناسوت روح کا مقام نہیں ہے روح کا مقام عالم ارواح ہے جسے صوفیاء کرام نے لاہوت بھی فرمایا ہے۔ گویا روح لاہوت سے ناسوت کی طرف سفر کرتی ہے جس کے باعث وہ یہاں آ کر بیگانگی و اجنبیت محسوس کرتی ہے۔ اسی لیے بچہ جیسے ہی جنم لیتا ہے اُس کی روح کی چیخ و پکار بچہ کے رونے سے ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی روح یہ بیان کر رہی ہوتی ہے کہ مَیں ایک اجنبی وطن میں آگئی ہوں اسی لیے دین نے روح کا بھی ایک حق رکھا

[27] (صحیح بخاری، کتاب الحج)

ہے کہ وہ بھی مسافر ہے- اُس مسافر کا بھی حق ہے کہ اس کی تسکین کا سامان کیا جائے- روح کی تسکین و اطمینان کا طریقہ رب العالمین نے فرمایا ہے کہ:

"اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ o"[28]

"خبر دار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دِلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے"-

چونکہ روح کا مقام دل اور فواد ہے اس لیے جب آدمی دل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو دل کو اطمینان ملتا ہے اور دل کے اطمینان سے روح کو تسکین نصیب ہوتی ہے- اس لئے حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

الست بربکم سُنیا دِل میرے نت قالوا بلیٰ کوکیندی ھو
حُب وَطن دی غَالب ہوئی ہِک پَل سون نہ دیندی ھو

میرے دل نے "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کا خطاب سُنا تھا میری روح ہر وقت "قَالُوْا بَلٰى" کا جواب پکارتی ہے- میری روح پہ اس کے دیس / وطنِ اصلی (یعنی عالمِ لاہوت) کی محبت غالب رہتی ہے اس محبت کا اِضطراب ایک لمحہ بھی چین نہیں آنے دیتا-

اصلی وطن تو لاہوت ہے یہ ناسوت تو وطنِ اقامت ہے جہاں انسان اپنا ایک عارضی فریضہ گزار کے چلا جاتا ہے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

بَنھ چَلایا طَرف زَمین دے عَرشوں فَرش ٹِکایا ھو
گَھر تِھیں مِلیا دیس نِکالا اَساں لکھیا جھولی پایا ھو
رہ نی دُنیاں نَاں کر جھیڑا سَاڈا اگے دِل گھبرایا ھو
اَسیں پَردیسی سَاڈا وطن دوراڈھا باھوؒ دَم دَم غَم سَوایا ھو

ہمیں باندھ کر زمین کی طرف پھینک دیا، عرش سے اٹھا کر ہمارا اٹھکانہ فرش بنا دیا گیا- اے دنیا! ٹھہر، ہمارے ساتھ جھگڑا مت کر، ہمارا دل پہلے سے گھبرا رہا ہے ہم پردیسی ہیں، ہمارا وطن دور ہے اور ہر لمحہ غم بڑھتا جا رہا ہے-

یعنی روح بھی مسافرت میں پسیج جاتی ہے اور آدمی بھلے اپنے ہی گھر و خویش قبیلے میں نہ کیوں بیٹھا ہو آدمی کا بدن بھی مسافر ہے- کیونکہ اس کا وجود اُس کی تشکیل سے لے کر قبر میں جانے تک بھی مسافرت میں ہوتا ہے- بقول شیخ ابراہیم ذوق:

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے

یعنی انسان نہ اپنی خوشی آتا ہے نہ جاتا ہے- بقول حکیم الامت:

خودی کی یہ ہے منزلِ اولیں
مسافر! یہ تیرا نشیمن نہیں

خدا کے بندو! غور کرو کہ یہ چرند پرند، وادیاں، صحرا، پہاڑ یہ ہمارا چیزیں نشیمن نہیں ہے بلکہ ہماری مسافرت کی ایک منزل ہے جہاں ہمیں ایک مسافر کی مانند بھیجا گیا ہے- بزبانِ شاعر:

حسرت پہ اس مسافر بے کس کی رویئے
جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

از روئے قرآن روح اور بدن ایک راستے کے مسافر ہیں- اس لیے رفاقتِ راہ کا حق بھی ایک دوسرے پہ رکھتے ہیں اور ہمسائیگی کا حق بھی ایک دوسرے پہ رکھتے ہیں- بدن کا حق روح کے اوپر ہے اور روح کا حق بدن کے اُوپر ہے- حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

دِل دریا خُواجہ دیاں لہراں، گھُمن گھیر ہزاراں ھو
رہن دلیلاں وچ فکر دے بیحد بے شماراں ھو
ہِک پردیسی دوجا نیوں لگ گیا تریّا بے سمجھی دیاں ماراں ھو
ہسن کھیڈن سبھ بھلیا باھوؒ جد عِشق چگھایاں دھاراں ھو

یہاں تین باتوں کا ذکر ہے؛

پہلی "ہک پردیسی" یعنی میرا بدن بھی یہاں اجنبی ہے اور میری روح بھی- کیونکہ ہمیں عالم لاہوت سے عالم ناسوت میں مسافر بنا کر بھیجا گیا-

دوسری "نیوں لگ گیا" یعنی ہم نے مالک حقیقی سے محبت کی ہے اور اس کے بارِ امانت کو قبول کیا ہے- جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

[28] (الرعد:28)

"إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ أَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ط

"بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین پر اور پہاڑوں پر اپنی امانت پیش فرمائی پس تمام چیزیں اِس بوجھ کو اُٹھانے سے عاجز آگئیں اور ڈر گئیں اور اِنسان نے اِس کو اُٹھالیا"-

تیسری "بے سمجھی دیاں ماراں ھو" کے متعلق فرمان ہے کہ:

"إِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا o"[29]

"بیشک تُو بڑا ظالم اور نادان ہے"-

یعنی انسان مالکِ حقیقی کی بارِ امانت اٹھا تو لیتا ہے لیکن انسان کا دل اللہ پاک کی ذات، اس کی بندگی، اس کے ذکر، اُس کے قرب سے غافل رہتا ہے- یہی وجہ ہے کہ اس کے بدن اور روح کو عذاب بھگتنا پڑتا ہے -اِس لئے بدن کا حق یہ ہے کہ روح اس بدن کو سرشار رکھے اور روح کا حق بدن کے ذریعے تسکین پہنچنا ہے اور روح کی تسکین کا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے، اللہ اور اس کے نبی کی محبت و اطاعت کرنا، اُن کی رضاو خوشنودی کے راستے کو اختیار کرنا، یہ تمام تقاضے بدن طے کرتا ہے- مثلاً کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج، بدن کے اعضاء سے ادا کئے جاتے ہیں-اِس لئے فرمایا گیا کہ جب تمہارا بدن اللہ کی عبادت میں غرق ہو جاتا ہے اس وقت تمہارا جسم اپنی روح کے حق کو ادا کر رہا ہوتا ہے- کیونکہ اس بدن کے اوپر روح کا حق ہے کہ یہ بدن روح کی نجات وبقاء کیلئے اپنا کردار ادا کرے- جب بدن روح کا حق ادا کرتا ہے تو اُس کے صلہ میں روح بدن کو عزت و وقار اور شان و شوکت عطا کرتی ہے اور اپنی بلندیٔ درجات کے سبب برزخ و بہشت میں بھی اس جسم کو تکلیف نہیں پُہنچنے دیتی- کیونکہ یہ دونوں مسافر ہیں اور از روئے قرآن جب دو مسافر اکھٹے ہو جائیں تو ایک کا دوسرے پر حق عائد ہو جاتا ہے اور جو ان دونوں کے حق کو مارتا ہے وہ مجرم ہے-اس لیے بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کے حبیب مکرم (ﷺ) کی شریعت کو اپنائے-

اصلاحی جماعت کی یہی دعوت وپیغام ہے کہ آیئے! آقا کریم (ﷺ) کی شریعت کو اپناتے ہوئے اپنے ظاہر و باطن کی پاکیزگی کو حاصل کریں جو ہماری دنیاوی اور اُخروی نجات کا ذریعہ ہے- کیونکہ جب انسان اللہ اور اس کے رسول کریم (ﷺ) کی جانب رغبت اختیار کر کے چل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے راستے میں آسانیاں پیدا فرماتا ہے اور اس کے لئے اپنی رحمت کے تمام دروازے کھول دیتا ہے-اس لئے تمام ساتھیوں کو بالخصوص نوجوانوں کو یہ دعوت دیناچاہوں گا کہ آپ آئیں اور اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے مبلغین جو امن و محبت کی سفید دستاریں اپنے سروں پر سجائے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے اس پیغام کو پھیلانے کے لئے دنیا بھر میں اپنی جدوجہد کو قائم کئے ہوئے ہیں، کے ساتھ مل کر اس تربیت واخلاق کو حاصل کریں جو انبیاء کرام (علیہم السلام) کے اخلاق کا فیض ہے جسے حاصل کرنا ہر مومن مسلمان پر لازم کیا گیا ہے- کیونکہ یہ جماعت ادب و اخلاق اور دین کی وہ تعلیم عطا فرماتی ہے کہ جس سے ہمارے جھگڑے و فسادات مٹتے ہیں اور آپس میں امن و محبت، اخوت وبھائی چارہ پیدا ہوتا ہے-اس لئے اصلاحی جماعت میں شامل ہو کر اس پیغام کو خود بھی سمجھیں اور اپنی آئندہ نسلوں تک بھی کتاب و سنت کا یہ عملی طریق عملی طور پر منتقل کریں-اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو- آمین!

☆☆☆

[29](الاحزاب:72)

سلطان العارفین کا نظریہ

’’اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس‘‘

اور عصرِ حاضر کا مسلمان

(تعلیماتِ اقبال کی روشنی میں)

وقار حسن

معاون: غلام سجاد

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) (1039ھ - 1102ھ) کی ذات مبارکہ وہ مینارۂ نور ہے جس نے عالم انسانیت کو فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حقیقت سے روشناس کروایا- آپؒ صوفیاء کرام میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں- آپؒ نے طالبانِ مولیٰ کی رہنمائی کیلئے 140 کتب رقم فرمائیں جن میں مضامینِ تصوف کو قرآن و سنّت کی روشنی میں پیش فرمایا- آپؒ کی تمام تر تعلیمات کے خلاصہ و نچوڑ کو اگر آپ ہی کے ایک جملے میں بیان کیا جائے تو وہ جملہ ’’اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس‘‘ ہے- یہ آپؒ کی تحریر کا اعجاز ہے کہ آپ نے اپنی تصانیف میں جس موضوع کو بھی زیرِ بحث لایا اس کا اختتام نظریہ ’’اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس‘‘ پہ کیا ہے- تعلیماتِ حضرت سلطان باھوؒ کے مطابق ’’اللہ بس ماسوی اللہ ہوس‘‘ کا مفہوم یہ ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان ہر رکاوٹ نفس پرستی ہے جس کا تدارک واجب ہے- البتہ سلطان العارفین نے اپنی تعلیمات میں جہاں بھی ترک ماسوی اللہ یا ترک دنیا کی بات کی ہے اس سے ہر گز رہبانیت مراد نہیں ہے بلکہ آپ کے ہاں ہر وہ چیز دنیا ہے جو بندے کو یادِ الٰہی سے غافل کر دے-

سلطان العارفینؒ اور حکیم الامتؒ کے درمیان زمانی اعتبار سے کم و بیش 300 سال کا فاصلہ ہے لیکن ان کی تعلیمات میں مماثلت بدرجہِ اتم موجود ہے- یہاں پر صرف سلطان العارفینؒ کے اس نظریے کو تعلیماتِ اقبال (اردو کلام) کی روشنی میں دیکھنے کی ادنیٰ سی کوشش کی گئی ہے-

کلامِ اقبال میں مکمل طور پر سلطان العارفینؒ کے نظریہ ’’اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس‘‘ کی تائید نظر آتی ہے- انسان کا اس دنیا میں آنے کا مقصد معرفتِ الٰہی حاصل کرنا ہے اور اسباب کے بجائے مسبب الاسباب کی طرف توجہ کرنا- اسی ضمن میں سلطان العارفین (قدس اللہ سرّہٗ) ارشاد فرماتے ہیں:

"الدنیا لکم والعقبیٰ لکم والمولیٰ لی"

’’دنیا تمہیں مبارک ہو- عقبیٰ بھی تمہیں مبارک ہو- میرے لیے تو میرا مولیٰ ہی کافی ہے‘‘-

دنیا میں تین طرح کے لوگ ہیں- ایک طالبانِ دنیا، دوسرے طالبانِ عقبیٰ اور تیسرے طالبانِ مولیٰ-

پہلا گروہ جو طالبانِ دنیا کا ہے ان کا مقصود فقط متاعِ دنیا یعنی زر، زمین، زن، اولاد، آباؤ اجداد، عزیز و اقارب، شان و شوکت وغیرہ- بد قسمتی سے آج ہمارا مقصود بھی یہی رہ گیا ہے- انسان دن، رات حصولِ دنیا کی تگ و دو میں سر گرداں نظر آتا ہے- اقبال امت کی اس حالتِ زار کا تذکرہ کرتے ہوئے ’’ابلیس کی مجلسِ شوریٰ‘‘ میں لکھتے ہیں:

جانتا ہوں میں یہ امت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دین

انسان حصولِ دنیا کو اپنا مقصود بنا چکا ہے یہاں تک کہ میراث انبیاء یعنی علم کو فروخت کرنے میں لگ گیا- عموماً ہماری دنیوی درس گاہوں میں طلبِ دنیا اور حصولِ دنیا کی تعلیم دی جاتی ہے جبکہ دینی درس گاہوں کا مقصد حصولِ عقبیٰ

تک محدود رہ گیا ہے- صوفیائے کاملین اس پہ حیف فرماتے ہیں کہ کہیں پر بھی طلبِ الٰہی کا درس سننے کو نہیں ملتا-

اقبالؒ ہماری اس حالت پر نالاں ہو کر فرماتے ہیں:

شکایت ہے یا رب مجھے خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا

ہم نے حصولِ علم کو حصولِ دنیا کا باعث سمجھ لیا ہے جس کے متعلق اقبالؒ فرماتے ہیں کہ:

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کف جَو

ہماری دنیاوی درس گاہیں معاشرے کو تعمیر کے بجائے تخریب کاری کی طرف دھکیل رہی ہیں- جبکہ دینی درس گاہوں میں دنیا سے آگے کی تعلیم تو دی جاتی ہے لیکن ان کا ٹھہراؤ بھی جنت اور حور و قصور پہ ہو جاتا ہے - عارفین کے نزدیک یہ بھی طلب خام اور ناقص ہے-بقول عارف لاہوریؒ:

یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو
کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں

کلمہ طیب ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ)‘‘ ہی مسلمان کی ابتداء اور انتہاء ہے-جب بندہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو سب سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ کے الٰہ واحد ہونے کا اقرار کرتا ہے- اگلا مرحلہ تصدیق ہے جس کا تعلق باطن سے ہے-ہماری درسگاہیں فقط اقرار کا درس دے رہی ہیں اور عملی طور پر اس کی تربیت وہاں مفقود ہے-بزبانِ حکیم الامت:

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

تعلیمی اداروں کے بعد ہماری تربیت کا مرکز خانقاہی نظام تھا جہاں ترکِ ماسویٰ اللہ کا درس ملتا تھا- مگر آج ہمارا خانقاہی نظام اس نعمت عظمیٰ سے محروم نظر آتا ہے-یہاں سے بھی حصولِ دنیا و عقبیٰ کا درس ملتا ہے اور رہی سہی کسر کرامات اور مقامات کے حصول کی صورت میں نکل جاتی ہے-

اقبالؒ فرماتے ہیں:

وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد
محبت میں یکتا، حمیت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا
یہ سالک مقامات میں کھو گیا

’’اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس‘‘ کے نظریے پر عمل نہ کرنے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ہم قرب الٰہی سے محروم ہو گئے اور محکومی اور غلامی ہمارا مقدر ٹھہری-جبکہ بندۂ مومن کا یہ وصف ہوتا ہے کہ وہ مخلوق سے بے نیاز ہو کر اپنا رشتہ بے نیاز ذات کے ساتھ جوڑ لیتا ہے-اقبالؒ فرماتے ہیں:

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا

اگر ہم قرب و وصالِ حق حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں سلطان العارفین کے نظریہ ’’اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس‘‘ کو اپنانا ہو گا اور اللہ کے سوا ہر یاد اور طلب کو اپنے صنم خانہ (دل) سے مٹانا ہو گا-بقول شاعر:

کوئی تو ہو جو سینہ ہستی سے راز فاش کرے
بتوں کو توڑے صنم خانے پاش پاش کرے
خدا نے بھیجا ہے پھر سے پیام اپنے بندوں کو
میں کنزِ مخفی ہوں کوئی مجھے تلاش کرے

ذاتِ حق کی تلاش ہم نے خود اپنے اندر سے کرنی ہے کیونکہ انسان کا دل ذات حق کی جلوہ گاہ ہے-بقول حکیم الامت:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

ہم ذاتِ حق کو اس وقت ہی اپنے دل سے پاسکتے ہیں جب ہمارا دل واحد و لاشریک کی محبت میں اسیر ہو اور دولت، رشتہ و پیوند اور ایسے تمام بتوں سے پاک ہو-

یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں، لا الہ الا اللہ

یہ شعر جس غزل کا ہے یہ غزل علامہ محمد اقبال صاحبؒ نے حضرت سلطان العارفینؒ کی زمین پہ لکھی ہے جو کہ آپ کی کتاب نور الہدیٰ میں ہے-اس غزل کا مغز و حاصل یہی نظریہ ’’اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس‘‘ ہے-اس لئے اگر اقبال

صاحبؒ کی اس غزل کو بغور پڑھیں تو بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ”اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس“ -

بندۂ مومن کی سرفرازی اسی میں ہے کہ وہ تمام بتوں سے امیدیں ہٹا کر صرف خالقِ حقیقی سے امید رکھے- وہ اسی کے سامنے سجدہ ریز ہو اور اپنی عبادات کو بے لوث اور بے ریا بنائے-

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر

ہماری محتاجی اور محکومی کی وجہ بھی اللہ سے دوری ہے- جب بندہ اپنے خالق و رازق کو پہچان لیتا ہے تو پھر کسی کا محتاج نہیں رہتا- علامہ اقبالؒ بھی ہمیں یہی درس دیتے ہیں کہ:

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

ذاتِ الٰہی کے قرب و وصال کے لئے دنیا پرستی کی سوچ و بچار سے آزاد ہونا پڑتا ہے- حضرت سلطان باھوؒ کے نزدیک دین اور دنیا سگی بہنوں کی طرح ہیں جو بیک وقت ایک نکاح میں نہیں آسکتیں- اقبالؒ فرماتے ہیں:

یہ بندگی خدائی، وہ بندگی گدائی
یا بندہ خدا بن، یا بندہ زمانہ

دنیا کی حقیقت کے متعلق اقبالؒ ہمیں درس دیتے ہیں:

امید نہ رکھ دولتِ دنیا سے وفا کی
رَم اس کی طبیعت میں ہے مانندِ غزالہ

انسان کے مادی وجود کا تعلق عالم ناسوت سے ہے، اس لیے ارضی پیوستگی اس کے ظاہر کے ساتھ لازم و ملزوم ہے- مگر یہ ضرورت کی حد تک ہو نہ کہ اسے مقصود بنا لیا جائے- اقبالؒ نے یہ سمجھانے کیلیے ’چیونٹی‘ اور ’عقاب‘ کے درمیان ایک مکالمہ پیش کیا ہے

چیونٹی:

میں پائمال و خوار و پریشان و درد مند
تیرا مقام کیوں ہے ستاروں سے بھی بلند

عقاب:

تو رزق اپنا ڈھونڈتی ہے خاکِ راہ میں
میں نُہ سپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں

آپ ایک اور جگہ پر کہتے ہیں کہ ظاہر میں اسبابِ دنیا سے تیرا تعلق ضروری ہے کہ اس کے لوازمات اسی دنیا سے پورے ہونے ہیں- مگر تو اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے لئے متخص رکھ-

گرچہ تو زندانیِ اسباب ہے
قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ

قربِ الٰہی انسان کو اسی وقت نصیب ہوتا ہے جب وہ کسی مرشد کامل سے ”اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس“ کا سبق پڑھے اور باطن باصفا ہو جائے- بقول اقبال:

مٹا دیا مرے ساقی نے عالمِ من و تُو
پلا کے مجھ کو مئے لا الہ الا ھو

ہماری خوش نصیبی ہے کہ اس پُرفتن دور میں جانشینِ سلطان الفقر سرپرستِ اعلیٰ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین صاحبزادہ حضرت سلطان محمد علی صاحب مدظلہ الاقدس کی قیادت میں نظریہ ”اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس“ کا پرچار دنیا کے طول و عرض میں جاری و ساری ہے- جو بھی آپ کی اس تحریک میں شامل ہوتا ہے اس کو پہلا درس یہی ملتا ہے-

رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
اُتر گیا جو ترے دل میں لا شریک لہ

☆☆☆

شمس العارفین

قسط: 11

تصنیف لطیف از:
سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین
حضرت سخی سلطان باھوؒ

حق نامہ

مترجم: سید امیر خان نیازی

جب سالک اسمِ ''ھُوْ'' کا تصور کرتا ہے تو علمِ دعوت اُسے مقامِ حضور میں پہنچا دیتا ہے جہاں وہ معیتِ حق تعالیٰ میں آیاتِ قرآن کی بار بار تلاوت کرتا ہے- یہ مرتبہ ہے اُس نفس مردہ اور روح باعیان اہلِ فرحت ہو- جو شخص دعوتِ قبور اور کامل اہلِ حضور ہے- انتہائی دعوت جمعیت بخش جامع فقراء کا- اسمِ ''ھُوْ'' یہ ہے-

ھُوْ

عاملِ دعوت حافظِ ربانی کا جس کا قلب زندہ، اِس طرح کی دعوت پڑھ سکتا ہے وہ عاملِ یہی دعوت ہے- یہ مرتبہ ہے جوہر شناس و

جب سالک اسمِ ''مُحَمَّدٌ'' کا تصور کرتا ہے تو لایحتاج ہو جاتا ہے اور ہر بات میں نورِ محمدی (ﷺ) سے زبان کھولتا ہے- تصورِ اسمِ محمد جس پر تاثیر کرتا ہے وہ روشن ضمیر و صاحبِ قلب سلیم ہو کر صراطِ مستقیم پر قائم ہو جاتا ہے، اُسے عظمتِ عظیم حاصل ہو جاتی ہے، وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم دم و ہم قدم و ہم جان و ہم زبان و ہم کلام و ہم شنوا و ہم نظر ہو جاتا ہے اور ہمیشہ لباسِ شریعت میں ملبوس رہتا ہے- صاحبِ تصورِ اسمِ محمد (ﷺ) نہ تو دم مارتا ہے اور نہ ہی شور و غوغا کرتا ہے کہ وہ ''اَلنِّھَایَۃُ ھُوَ الرَّجُوْعُ اِلَی الْبِدَایَۃِ''[1] کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے- اسمِ محمد کے حرف ''م'' کے تصور سے معرفتِ الٰہی کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے، حرف ''ح'' کے تصور سے مقامِ حضوری حاصل ہوتا ہے، حرف ''مِ دوم'' کے تصور سے تماشائے کونین منکشف ہوتا ہے اور حرف ''د'' کے تصور سے شروع ہی میں جملہ مقصود حاصل ہو جاتے ہیں- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے چاروں حروف ننگی تلوار اور قاتلِ کفار و یہود ہیں- اسمِ محمد (ﷺ) یہ ہے-

مُحَمَّدٌ

(جاری ہے)

---

[1] انتہا ابتدا کی طرف لوٹ جانے کا نام ہے-

ابیاتِ باھو

عشق موذن دتیاں بانگاں کنیں بلیل پیوسے ھو
خون جگر دا کڈھ کراہاں وضو صاف کیتوسے ھو
سن تکبیر فنا فی اللہ والی مڑن محال تھیوسے ھو
پڑھ تکبیر تھیوسے واصل باھو تداں شکر کیتوسے ھو

Ishq muazzen initiated azan my ears heard the call Hoo
I performed ablution with hearts blood Hoo
Heard takbir of fana fillah not possible to return at all Hoo
I thanked Bahoo when recited takbir and achieved wisal Hoo

Ishq muazzen ditiyaa'N bangaa'N kanee'N bulail piyusay Hoo
Khoon jigar da ka'dh karahaa'N wazu saaf kitosay Hoo
Sun takbeer fana- fi-allah wali muran muhal thiyusay Hoo
Parh takbeer thiyusay wasil Bahoo ta'Da'N shukr kitosay Hoo

Translated by; M. A. Khan

تشریح:

1-"عارفوں کے کانوں میں ہر وقت روزِ ازل کی آوازِ الست گونجتی رہتی ہے-اُن کی نظر میں مراد دنیا محض بربادی ہے کہ فقرا پیوستہ شاد و باطن آباد و معمور باد ہوتے ہیں"-(محک الفقر کلاں) مزید ارشاد فرمایا:"فقرا اُسی دن سے مست چلے آرہے ہیں کہ جس دن اُنہوں نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا مَیں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟) کی آواز سن کر "بَلٰی" (ہاں کیوں نہیں) کہا تھا-جیسی کیفیت اُن کی اُس وقت تھی ویسی ہی اب ہے کہ اُنہوں نے دنیا کا منہ دیکھا ہی نہیں"-(محک الفقر کلاں)

اس لیے فرماتے ہیں:"عاشق بے چارے کی جان خیالِ یار میں اٹکی رہتی ہے اِس لئے وہ ہر وقت عشق و محبت کے ترانے گاتا رہتا ہے"-(عین الفقر)

چونکہ عشاق کی ارواح مبارکہ ازلی اذانِ عشق کی وجہ سے ہر چیز سے بے نیاز صرف اپنے معبود حقیقی کے عشق میں مست چلی آرہی ہیں-اس لیے انہیں غیر ماسوی اللہ کچھ اچھا نہیں لگتا، جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) عارف باللہ کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

2:"پانی پیاسا پیتا ہے، کھانا بھوکا کھاتا ہے، سر کو فدا عاشق کرتا ہے اور طلبِ مولیٰ کا بھوکا اپنے جگر کا خون کھاتا ہے، طلبِ مولیٰ کا پیاسا دریائے معرفت پیتا ہے کہ وہ عاشقِ دیدار ہوتا ہے"-(امیر الکونین)

مزید فرمایا:"شاغلِ اہلِ ذات ذاکر کا ہر ساعت میں قال اور ہے، حال اور ہے اور خیال اور ہے اور ہر لحظہ اُن کی جان اور ہے، مکان اور ہے، بیان اور ہے اور نشان اور ہے-وہ رات دِن خونِ جگر پیتے رہتے ہیں-اُن کا ہر کھانا مجاہدہ اور ہر خواب وحدتِ حق کا مشاہدہ ہے"-(محک الفقر کلاں)

3:اذانِ عشق کی صدا جن کے کانوں میں گونجتی ہے تو وہ اپنے معبود حقیقی پہ جان قربان کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھتے، حضرت سلطان باھُوؒ کے نزدیک مقامِ فنا و بقا کی سب سے عُمدہ مثالیں صحابہ کرام کی زندگیاں ہیں، جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جان نثار صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) کی شان مبارک بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"جنہیں دین عزیز تھا اُنہیں ابو جہل نے دین کے بدلے مال و زر اور حکمرانی کی پیش کش کی لیکن اُنہوں نے اُس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی راہ میں جان تک قربان کر دی"-(عین الفقر)

مزید ارشاد فرمایا:"جب حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کے حکم مبارک سے کعبہ سے کوچ کیا اور مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ہر اہلِ محبت و جان نثار صحابی (رضی اللہ عنھم) نے بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اِتباع میں ہجرت کی اور حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اپنی جان و مال اور سر قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا-اِس کے برعکس جن لوگوں پر اپنے وطن، اپنی زمین، اپنے مال، اپنی دولت اور اپنے قرابت داروں کی محبت غالب آئی وہ خدمتِ ہجرت سے جدا و محروم رہے لیکن وہ اصحاب جو اہلِ محبت تھے اور طائفہ فقرا میں سے تھے، پکے عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھے اِس لئے وہ آپ کے ساتھ ہی ہجرت کر گئے"-(عین الفقر)

4:عاشق وصل کے علاوہ کسی چیز پہ اکتفا نہیں کرتا-اس لئے ارشاد فرمایا کہ جب واصل ہو گئے تو ہم نے شکر کیا-گویا وصل سے کم کسی بات پہ عشق راضی نہ تھا-یہاں پہ تکبیر پڑھنے سے مراد ہے جب جانور کو ذبح کرتے ہوئے تکبیر پڑھی جاتی ہے، مراد یہ کہ ہم نے اپنی جان لٹا کے اس کو پایا-جب واصل ہو گئے تو سمجھ آئی کہ جان دے کر اس کا وصل پانا کوئی مہنگا سودا نہیں تھا، اِس لئے ہم نے شکر ادا کیا کہ اس کے قرب کے مقابلے میں ہماری جان کی کوئی قیمت نہیں تھی-سو، ہم نے سستی چیز دے کر مہنگی چیز لے لی-جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

"جس طرح جانور کو "اَللہُ اَکْبَرُ" کہہ کر چھری سے ذبح نہ کیا جائے وہ حلال نہیں ہوتا-اِسی طرح اگر نفس کو "اَللہُ اَکْبَرُ" کی تکبیر سے ذبح نہ کیا جائے معرفتِ وصالِ حق تک ہرگز نہیں پہنچا جا سکتا-جو آدمی موت سے ڈرتا ہے وہ عاشق نہیں، ابھی خام ہے-جو طلبِ دیدار کا دعویٰ کرتا ہے مگر خود کو مارتا نہیں وہ اہلِ دنیائے مردار ہے"-(عقل بیدار)

چیف ایڈیٹر ماہنامہ مراۃ العارفین انٹرنیشنل

صاحبزادہ سلطان احمد علی

کو

ریاستِ جوناگڑھ

کا **دیوان** بننے پر

صمیمِ قلب سے
مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

ان شاءاللہ
تحریکِ آزادئ جوناگڑھ قائدانہ صلاحیتوں، پُرعزم اور بلند
حوصلے سے کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوگی

منجانب:
ادارہ